بانہوں میں چاند میرا
از
سعدیہ عابد

سعدیہ عابد

ناولٹ

بانہوں میں چاند میرا

موسم گرما کے دن ورات عروج پر تھے' زندگی نے یکدم اپنا رخ بدلا تھا' وقت کی چال بدل گئی تھی اور کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ وقت کے آگے بڑے بڑے لوگوں کی بھی نہیں چلتی' کراچی یونیورسٹی کی حدود میں بلیک مارگلہ داخل ہوئی تھی جس میں سے دو لڑکیاں باہر نکلی تھیں' یونیورسٹی میں ان کا پہلا دن تھا' ایک لڑکی پراعتمادی اور اپنی وضع قطع سے ماڈرن نظر آرہی تھی' دوسری لڑکی کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں اور اس نے آتے جاتے اسٹوڈنٹس کو دیکھ کر گھبرا کر سر سے ڈھلکتے آنچل کو درست کیا تھا اور اپنے ساتھ موجود دوسری لڑکی کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

"الوبہ! مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے' ہم ایسا کرتے ہیں واپس چلتے ہیں' میں یہاں نہیں پڑھ سکتی' یہاں تو بہت لوگ ہیں اور مجھے سب ایسے گھور رہے ہیں جیسے میں......"

"تمہارے چہرے پر جو بارہ بج رہے ہیں' لوگ وہی نوٹ کر رہے ہیں' اپنے چہرے کو نارمل کرو' آج تو پہلا دن ہے' دھیرے دھیرے تم یہاں سیٹ ہو جاؤ گی' تم یہیں رکو میں کسی سے اپنے ڈپارٹمنٹ کا پوچھتی ہوں"۔ الوبہ نے تھوڑے فاصلے پر بیٹھیں دو لڑکیوں سے ماس کمیونیکیشن ڈپارٹمنٹ کے بارے میں پوچھا تھا اور خلاف توقع انہوں نے بالکل ٹھیک بتایا تھا۔

"الوبا! ہم آج کی کلاس نہیں لیتے' پہلے ہی دن لیٹ جائیں گے تو ہمارا کیا امپریشن پڑے گا"۔ اس نے

اندر جاتی الوبہ کو روک کر کہا تھا مگر وہ سنی ان سنی کرتی کلاس کے باہر کھڑی اجازت طلب کر رہی تھی۔

"یس کم ان! آج آپ کا فرسٹ ڈے ہے اس لئے میں نے آپ کو اندر آنے دیا ہے ورنہ میں غیر ذمہ دار اسٹوڈنٹس کو کڑی سزا دیتا ہوں' اینی وے آپ دونوں بیٹھ جائیں' آج کی ہماری انٹروڈکشن کلاس ہے' میرا نام امتیاز خان ہے اور میں آپ لوگوں کو میجر سبجیکٹ ماس کمیونیکیشن پڑھاؤں گا اور اب آپ اپنا تعارف کروائیں"۔ انہوں نے کافی سنجیدہ انداز میں بات مکمل کی تھی۔

"میں الوبہ آفندی ہوں' انٹر سائنس سے کیا ہے اور اپنے انٹرسٹ کی وجہ سے سبجیکٹ چینج کیا ہے"۔ الوبہ نے مکمل اعتماد سے تعارف کروایا تھا' سر امتیاز اب اس کے برابر بیٹھی لڑکی کو اشارہ کر رہے تھے۔ الوبہ نے اس کے ہاتھ پہ دباؤ ڈال کر اپنے ساتھ کا یقین دلایا تھا اور وہ ڈرتے ڈرتے کھڑی ہو گئی تھی۔

"آئی ایم الوحہ آفندی!" اس کے ڈرتے ڈرتے کہنے پر دبی دبی ہنسی کی آوازیں گونجی تھیں اور ڈائس پر کھڑے شخص کو شرارت سوجھی تھی۔

"اسٹینڈ اپ...... مس الوحہ آفندی! میں نے آپ کو بیٹھنے کو نہیں کہا"۔ وہ جلدی سے دوبارہ کھڑی ہو گئی تھی۔

"مس الوحہ! اتنے سارے سبجیکٹ چھوڑ کر آپ نے اسی سبجیکٹ کو آخر کیوں چوز کیا؟" سادہ سا سوال کیا تھا۔

"الوحہ! ہونقوں کی طرح کھڑے رہنے کی بجائے کچھ بھی کہہ دو"۔ الوبہ نے کہا تھا' جبکہ اس کی پیشانی اور ہتھیلیاں نم پڑ گئیں تھیں۔

"وہ وہ سر! مجھے تو اس سبجیکٹ میں انٹرسٹ نہیں ہے مگر میرا نام اسی لسٹ میں آ گیا تو ماما نے کہا کہ میں اسی سبجیکٹ کو پڑھوں"۔ وہ انگلیاں مروڑتے ہوئے دھیرے دھیرے مگر گھبرائے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی'

اس نے اس لڑکی کو بغور دیکھا' بلیک جارجٹ کا پلین سوٹ پہنے گلابی چہرہ ہر قسم کی آرائش سے پاک تھا اور اس کا گھبرایا ہوا انداز اسے شرارت پر اکسا رہا تھا۔

"یہ تو بہت غلط ہوا آپ کے ساتھ' اور اس مضمون کو میں اس طرح پڑھاؤں گا کہ آپ کا اس میں خود بخود انٹرسٹ پیدا ہو جائے گا"۔ وہ کہہ رہا تھا جبکہ وہ نگاہیں جھکائے کھڑی تھی۔

"مس الوحہ! آپ کو میوزک سے تو ضرور انٹرسٹ ہوگا"۔ اس نے جھکی پلکیں اٹھائی تھیں اور گھبرا کر الوبہ کو دیکھا تھا۔ الوبہ بولنے لگی۔

"مس الوبہ! ٹیچر میں ہوں آپ نہیں' اگر آپ نے پھر سے مداخلت کی تو آپ کو کلاس سے باہر کر دیا جائے گا"۔ وہ واپس بیٹھ گئی تھی۔

"سر! مجھے گانا نہیں آتا اور یہاں تو ہم پڑھنے آئے ہیں اور آپ......"

"میں آپ سے بہتر جانتا ہوں' آپ سے جو کرنے کو کہا ہے وہ کریں ورنہ آپ کلاس سے باہر جا سکتی ہیں"۔ وہ اس کی آنکھوں سے نکلتے آنسوؤں کو نظر انداز کرتا ہوا بولا' الوحہ نے بے بسی سے الوبہ کو دیکھا تھا مگر وہ بھی اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتی تھی' کلاس میں موجود لڑکے اور لڑکیاں تالیاں بجانے لگے تھے' الوحہ نے راہ فرار نہ پا کر مضبوطی سے آنکھیں میچ لی تھیں' اس کے ہونٹ کپکپانے لگے تھے' کلاس میں مکمل خاموشی چھا گئی تھی اور اس خاموشی میں اس کی آواز دھیرے دھیرے گونجنے لگی تھی۔

میں جانوں نہ یہ تو جانے
ہوگا یہ اب کیا رب جانے

"مبسوط! بھاگ سر امتیاز آ رہے ہیں"۔ اس نے بھاگنے کی بجائے نقلی داڑھی مونچھیں ہٹا کر جیب میں رکھی تھیں' الوبہ حیران رہ گئی تھی اور اس نے الوحہ کا کندھا ہلایا تھا مگر وہ سب سے انجان آنکھیں بند کئے گائے جا رہی تھی۔

جیون جیون بھر پیار بھرے
سپنوں کا سلسلہ ہے

"اسٹاپ اٹ!" آواز پر وہ سہم کر آنکھیں کھول کر چپ ہو گئی تھی' مبسوط دروازے کی آڑ میں ہو گیا تھا اور سر امتیاز اس پر برس رہے تھے۔

"یہ درس گاہ ہے اور آپ کو کلاس میں گانا گاتے شرم آنی چاہیے"۔ سر امتیاز کے غصے سے کہنے پر وہ روتے ہوئے باقاعدہ کانپنے لگی تھی۔

"آئی ایم سوری سر! بٹ مجھے ایسا کرنے کو سر امتیاز نے کہا تھا"۔ ہچکیوں کے درمیان اٹک اٹک کر وضاحت دینا چاہی تھی۔

"میں نے آپ سے کب گانا گانے کو کہا؟" اپنا نام سن کر انہیں اور غصہ آنے لگا تھا۔

"آپ...... آپ نے نہیں' یہاں جو دوسرے سر تھے"۔ اس نے نم پلکیں چاروں طرف دوڑائی تھیں۔

"آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں سر امتیاز ہوں اور آپ کی غلطی کو پہلی غلطی سمجھ کر نظر انداز کر رہا ہوں ورنہ آپ کا ایڈمیشن کینسل بھی کروا سکتا ہوں"۔ وہ غصے سے کہتے ہوئے ڈائس کی جانب بڑھے تھے اور جبھی ان کی نگاہ دروازے کے پیچھے کھڑے مبسوط شاہ پر پڑی تھی' انہوں نے ایک نظر روتی ہوئی لڑکی کو دیکھا تھا اور وہ ساری صورتحال سمجھ گئے تھے۔

"آئی ایم سوری سر! بٹ فسٹ ایئر کو فول بھی تو بنانا ضروری تھا"۔ وہ بالکل بھی شرمندہ نہیں تھا۔ سر امتیاز نے پھر اسے کچھ نہیں کہا تھا اور وہ ایک نگاہ لرزتی ہوئی الوحہ پر ڈالتا باہر نکل گیا تھا۔ سر کا پیریڈ ہوتے ہی الوبہ کے روکنے کے باوجود اس نے ڈرائیور کو بلا لیا تھا اور پورے راستے روتی رہی تھی اور گھر آتے ہی اپنی نانی ماں سے لپٹ گئی تھی۔

"الوحہ! میری جان کیا ہوا ہے' اتنا رو کیوں رہی ہے مجھے بتا تو سہی"۔ سلیمہ بیگم نواسی کو روتے دیکھ کر پریشان ہو گئیں تھیں۔

"الوبہ بیٹا! کچھ تم ہی بتا دو"۔ حسنٰی آفندی پریشانی سے کہہ رہی تھیں' اور اس نے پوری تفصیل بتا دی تھی۔

"نانو! میں اب بھی وہاں دوبارہ نہیں جاؤں گی' میری کوئی غلطی نہیں تھی پھر بھی مجھے "سر" نے ڈانٹا اور سارے اسٹوڈنٹ بھی مجھ پر ہنس رہے تھے"۔ وہ روتے ہوئے معصومیت سے کہہ رہی تھی۔

"نانو! اس نے خود ہی سب کو خود پہ ہنسنے کا موقع دیا' چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور میں نے کتنا اس کا بازو ہلایا مگر یہ تو مدہوشوں کی طرح کھڑی گا رہی تھی"۔ الوبہ چڑ کر کہتی اپنے روم میں چلی گئی تھی۔ اجمل آفندی کے 3 بچے تھے' سب سے بڑا اجلال تھا اور اس سے دو برس چھوٹی الوحہ اور الوبہ دونوں جڑواں تھیں' حسنٰی بیگم ایک ساتھ دو ننھی بچیوں کو سنبھال نہیں پا رہی تھیں' الوحہ کو سلیمہ بیگم اپنے ساتھ نواب شاہ لے گئیں' الوحہ کو انہوں نے ہی پالا' اس نے اچھی تعلیم حاصل کی مگر گھر میں صرف نانا اور نانی ہی ہوتے تھے' اس کی دوست بھی صرف ایک ہی تھی اس لئے وہ کافی تنہائی پسند اور کافی ڈرپوک سی تھی' زیادہ لوگوں کو دیکھ کر گھبرا جاتی تھی' چھ ماہ قبل الوحہ کے نانا فوت ہو گئے اور اس لئے وہ نانی نواسی کراچی آ گئیں' اس گھر میں اس کا دل نہیں لگ رہا تھا' اور وہ یونیورسٹی میں داخلہ نہیں لینا چاہتی تھی' پر اتنے لوگوں میں اس کی ایک نہیں چلی تھی' مگر آج کے واقعے کے بعد اس نے جانے سے قطعی انکار کر دیا تھا اور الوبہ یونیورسٹی جانے لگی تھی' سلیمہ بیگم اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئی تھیں' ان کی دونوں بیٹیوں میں کتنا فرق تھا اور اس کی ضد سے وہ غصے میں آ گئیں تھیں اور جیسے اس نے ایڈمیشن لیا ویسے ہی پھر جانے کو تیار ہو گئی تھی اور ایک ہفتہ کیسے گزرا پتا ہی نہیں چلا تھا۔

☆

"مولی! تجھے پتہ ہے یار، وہی جو ایک دم سے غائب ہو گئی تھی ایک ہفتے سے آنے لگی ہے اور کیا بتاؤں یار! اتنی احمق اور ڈرپوک لڑکی میں نے اپنی پوری زندگی

میں' میں دیکھی"۔ سرفراز نے مبسوط کے ساتھ چلتے ہوئے کہا تھا باقی دونوں دوست بھی ہنستے ہوئے اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگے تھے' جبکہ مبسوط اس کا اشارہ نہیں سمجھا تھا' وہ پورے ایک ہفتے کی چھٹی کے بعد یونیورسٹی آیا تھا۔

"میں جانوں نہ یہ تو جانے
ہوگا یا اب کیا رب جانے"۔

بلال شرارت سے گنگنایا تھا اور مبسوط کا ایک قہقہہ بلند ہوا تھا جسے آس پاس سے گزرتے اسٹوڈنٹس نے حیرت سے سنا تھا اور ہنستے ہوئے مبسوط کو بلال نے کہنی مار کر سامنے متوجہ ہونے کا سگنل دیا تھا۔ الوحہ اور الوبہ ساتھ ساتھ سیڑھیاں اتر رہی تھیں' مبسوط نے بغور اُسے دیکھا' بلیو کلر کے پلین جارجٹ کے سوٹ پر سلیقے سے دوپٹہ سر پر جمائے ہر آرائش سے پاک بھی وہ حسین لگ رہی تھی اور اس کے چہرے پر گھبراہٹ کا عنصر نمایاں تھا اور جیسے ہی اس کی نگاہ مبسوط شاہ پر پڑی تھی' اس کی گھبراہٹ میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا تھا اور وہ مارے گھبراہٹ اور ڈر کے ایک سیڑھی کے بجائے دو سیڑھیاں پھلانگ گئی اور نتیجے کے طور پر اس کا پیر مڑ گیا' اس کے گرنے کی قوی اُمید تھی مگر چند قدموں کے فاصلے پر کھڑے مبسوط نے اسے بازو سے تھام لیا تھا اور وہ لہرا کر زمین بوس ہونے کی بجائے مبسوط شاہ کے کشادہ سینے سے آ لگی تھی' الوحہ خوف کے مارے آنکھیں میچ چکی تھی مگر اس کے کان کے نزدیک آواز گونجی تھی۔

"مس گیت! آنکھیں کھول کر دیکھیے' آپ زمین کی آغوش میں نہیں' مبسوط شاہ کے حصار میں قید ہیں اور میرا یہ حصار آپ کے نازک ہاتھ پیر ٹوٹنے سے بچانے میں معاون ثابت ہوا ہے"۔ الوحہ نے مردانہ آواز پر آنکھیں وا کیں تھیں اور خود کو ایک اجنبی کے نزدیک دیکھ کر شپٹا کر دور ہوئی تھی' اور اس کی عجلت ایک بار پھر اسے مشکل میں پھنسا گئی تھی' پلٹتے ہوئے آنچل کا کونا مبسوط شاہ کی بلیک شرٹ کے بٹن میں اُلجھ کر رہ گیا تھا۔

"آرام سے مس گیت! آپ کو اپنے آنچل کی فکر ہو یا نہ ہو مگر مجھے اپنی یہ شرٹ بہت عزیز ہے اور آپ اسی طرح کھینچتی رہیں تو بٹن ہاتھ میں ضرور آ جائے گا"۔ مبسوط شاہ اس کی گھبراہٹ اور بھیگی آنکھوں سے مکمل حظ اُٹھاتا دلکشی سے کہہ رہا تھا اور جیسے ہی اس نے خود اپنی شرٹ سے اُلجھے اس کے آنچل کو نکالنے کے لئے ہاتھ بڑھائے تھے الوحہ نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے تھے' اسے تو یوں لگا تھا جیسے کوئی ننگی تار اس کے ہاتھوں سے ٹکرائی اپنی حرارت اسے بخش گئی ہو' مبسوط شاہ نے کچھ حیرت اور کچھ وارفتگی سے اس کے سرخ چہرے کو دیکھا تھا' وہاں کافی سارے اسٹوڈنٹ اس منظر کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے' مبسوط شاہ کو تو کچھ فرق نہیں پڑا تھا مگر الوحہ دبی دبی سی محسوس کرتی اپنے آنچل کو سنبھالتی نکلتی چلی گئی تھی' مبسوط شاہ کی نگاہ نے اسے جب تک دیکھا تھا جب تک وہ نظر آنا بند نہیں ہوئی تھی اور پھر واپسی کے لئے قدم بڑھا دیئے تھے۔

مبسوط شاہ کے والد محمود شاہ بزنس مین تھے جبکہ والدہ حنیفہ شاہ ہارٹ سرجن' مبسوط شاہ سے چھوٹی ایک بہن باسطہ تھی جو انٹر سائنس کی اسٹوڈنٹ تھی' مبسوط شاہ جرنلسٹ بننا چاہتا تھا اور یونیورسٹی میں اس کا لاسٹ ایئر تھا' مبسوط شاہ کافی رُوڈ اور خود پسند شخصیت کا مالک تھا' لڑکیوں سے نہ تو اس کی فرینڈ شپ تھی اور نہ وہ مکمل گریز ہی برتتا' پارٹیز وغیرہ کا شوقین تھا مگر ڈرنک کبھی نہیں کرتا تھا مگر وہ چین اسموکر ضرور تھا' اس میں خامیوں اور خوبیوں کا عنصر اس طرح سے مکس ہوا تھا کہ وہ کھلتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں کی تفسیر معلوم ہوتا تھا' اس نے الوحہ کو فرسٹ ٹائم (I R) ڈیپارٹمنٹ کے باہر دیکھا تھا اور وہ اتنی سہمی ہوئی لگ رہی تھی کہ اسے دیکھتے ہی رگِ شرارت پھڑکی تھی اور اس کے ساتھ موجود لڑکی (الوبہ) نے جن لڑکیوں سے ڈیپارٹمنٹ کا پوچھا تھا اس وقت مبسوط شاہ ان سے کچھ فاصلے پر ہی کھڑا تھا' اس

نے فوراً ہی ایک لائحہ عمل تیار کیا تھا اور پہلے سے جیب میں موجود سر امتیاز کا گیٹ اپ کرنے کے لئے موجود سامان کو استعمال میں لاتے ہوئے لیکچر لینے کلاس میں پہنچ گیا' آدھے سے زیادہ اسٹوڈنٹ فائنل ایئر کے اس کے کلاس فیلوز تھے اور کچھ نئے اسٹوڈنٹ تھے' وہ دونوں لیٹ آئی تھیں اور الوحہ کی گھبراہٹ دیکھتے ہوئے اس نے گانا سنانے کو کہا تھا' اسے اُمید نہیں تھی کہ وہ گانا گائے گی مگر اس نے مضبوطی سے آنکھیں بند کر کے گانا شروع کر دیا تھا اور سر امتیاز کو دیکھ کر سارے اسٹوڈنٹ (فائنل ایئر کے) فرار ہو گئے تھے مگر وہ دروازے کی سائیڈ میں ہو گیا تھا' لرزتے لبوں سے نکلتی آواز اسے کافی اچھی لگی تھی اور اسے سر امتیاز کا ری ایکشن بھی تو دیکھنا تھا اور جب وہ ڈرتے ڈرتے صفائی دے رہی تھی اس کا دل قہقہے لگانے کو چاہ رہا تھا اور اس نے قہقہے لگائے ضرور مگر کلاس سے آنے کے بعد' مگر اس کے بعد وہ غائب ہو گئی اور اسے بھی بیماری نے آ گھیرا اور جب آج وہ آیا تو وہ اسی طرح گھبرائی اور ڈری سہمی تھی' اور اسے ستانے میں مبسوط شاہ کو کافی مزہ آنے لگا تھا اور ان کا گروپ الوحہ کو جہاں بھی دیکھتا اس کا گایا گانا گنگنانے لگتا' مبسوط شاہ کو اس سب میں جتنا مزہ آ رہا تھا الوحہ آفندی کو اس سے اتنی ہی بیزاری ہوتی جا رہی تھی۔

☆

"الوبہ ٹھیک کہہ رہی ہے بیٹا! تم اپنے اندر اعتماد پیدا کرو' یہ الوبہ بھی تو ہے' کوئی اس کا مذاق کیوں نہیں اڑاتا' جو لوگ ایک دفعہ برائی کے سامنے جھک جاتے ہیں پھر انہیں اسے روکنے کا حوصلہ بھی ختم ہو جاتا ہے"۔ سلیمہ بیگم اسے سمجھا رہی تھیں۔

"آپ نے ٹھیک کہا نا لو! اور اس کے تو چہرے سے ہی حماقت شیرے کی مانند ٹپک رہی ہوتی ہے اب کہاں اچھا بھلا مقام چھوڑ کر کہیں اور تو جانے سے رہیں"۔ الوبہ کی بات پر سب ہی مسکرانے لگے تھے' الوحہ جھینپ سی گئی تھی۔

"ہماری پیاری سی بیٹی کو اب اتنا بھی تنگ مت کرو"۔ اجمل آفندی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

"چچا جانی! مجھے تو آپ کی یہ پیاری سی بیٹی بلکہ جذبات کی جانشین لگتی ہے"۔ اجلال آفندی اس کی جھکی پلکوں کو دیکھ کر شرارت سے بولا تھا۔

"میری بیٹی بہت حساس اور معصوم سی ہے"۔ حشمتی آفندی نے اسے گلے لگایا تھا۔

"مما! آپ مجھے تو بھولتی ہی جا رہی ہیں"۔ الوبہ نے مصنوعی خفگی دکھائی تھی اور سلیمہ بیگم نے اس کے سر پر پیار سے چپت لگائی تھی اور وہ مسکرا کر ان کے کاندھے پر سر رکھے الوحہ کو زبان چڑانے لگی تھی' سب نے ہی اس کی اس معصوم ادا کو پیار سے دیکھا اور اندر آتے سمید آفندی کے دل کی دھڑکنیں اس کے مسکراتے چہرے اور سبز آنکھوں میں ہلکورے لیتی شرارت کو دیکھ کر تیز ہو گئی تھیں' الوحہ کی جب اس پر نگاہ پڑی تھی وہ سنبھل کر بیٹھ گئی تھی' وہ سب کو سلام کرتا عین اس کے سامنے والے صوفے پر حشمتی آفندی کے برابر بیٹھ گیا تھا۔

"تھوڑی دیر پہلے تک تو بڑا چہک رہی تھیں' مانا پیٹرول کافی مہنگا ہو گیا ہے مگر اتنا بھی نہیں کہ بالکل ہی لاتعلقی اختیار کر لی جائے"۔ اجلال آفندی اسے چھیڑ رہا تھا اور وہ جھینپ کر چائے لانے کا کہہ کر اُٹھ گئی تھی۔

سمید آفندی' الوبہ کے تایا کا بیٹا تھا اور ان دونوں کا نکاح 4 سال پہلے ہوا تھا جب الوبہ فرسٹ ایئر میں تھی اور سمید آفندی ہائر ایجوکیشن کے لئے باہر جا رہا تھا اور اس کی واپسی 3 ماہ قبل ہوئی تھی' دونوں بچپن سے ایک دوسرے سے منسوب تھے اور محبت کرتے تھے مگر ان کے درمیان قائم رشتے کی وجہ سے الوبہ کو سمید آفندی سے ایک جھجکاہٹ سی محسوس ہوتی تھی' وہ بچپن میں ساتھ کھیلے تھے مگر اظہار کی نوبت کبھی نہیں آئی تھی اور چار سالوں کی دوری میں جہاں محبت کی شدتوں میں اضافہ ہوا تھا وہیں ایک جھجکاہٹ سی پیدا ہو گئی تھی اور یہ الوبہ کی جانب سے تھی' سمید چاہ کر بھی اس سے کوئی بات

نہیں کر پا رہا تھا مگر جھنجلاہٹ کے ساتھ وہ الوبہ کی شرم و حیا کو محسوس کرتا کچھ مطمئن بھی تھا' وہ تو رخصتی چاہتا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ الوبہ کو بچپن سے ہی جرنلسٹ بننے کا کریز ہے' اس لئے اس نے اس کی خوشی کے لئے خاموشی اختیار کی ہوئی تھی' اور جب تک وہ اپنی ایجوکیشن کمپلیٹ کرتی وہ خود بھی سیٹل ہو جاتا' انتظار طویل تھا مگر اسے یقین تھا کہ وہ اس کی ہو چکی ہے اور دوریاں بھی ایک نہ ایک دن ختم ہو ہی جاتی ہیں۔

☆

"سعید بھیا! آپ یہاں..... مگر افسوس آپ کا آنا تو بے کار گیا' الوبہ تو آج یونیورسٹی آئی نہیں"۔ الوحہ کے شرارتی انداز پر سعید آفندی نے ہلکے سے اس کے سر پر چپت لگائی تھی اور وہ مسکرا دی تھی' قدرے فاصلے پر کھڑے مبسوط شاہ نے یہ منظر نہ جانے کیوں بڑی ناگواری سے دیکھا تھا۔

"میں یہاں کسی کام سے آیا تھا' الوبہ سے ملنا ہوگا تو سیدھا گھر جاؤں گا' اس طرح راستوں میں مل کر میں اس کی عزت پر حرف نہیں آنے دوں گا' اس طرح کی ملاقاتیں میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتیں"۔ وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا اور الوحہ کو اپنی بہن کی قسمت پر رشک آیا تھا اور اس نے دل سے اس کی خوشیوں کی دعا مانگی تھی۔

"کون تھا یہ شخص' جس سے ہنس ہنس کر باتیں کی جا رہی تھیں؟" الوحہ کے پلٹتے ہی مبسوط شاہ اسے کڑے تیوروں سے گھورتا اس کی جانب آیا تھا۔

"مسٹر مبسوط شاہ! میں بہت دنوں سے آپ کی بدتمیزیاں برداشت کر رہی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ساری حدیں ہی کراس کر جائیں' میں کسی سے بھی بات کروں یا ملوں یہ میرا پرسنل میٹر ہے جس میں میں کسی کی بھی مداخلت ہرگز بھی برداشت نہیں کروں گی"۔ الوحہ کا دوٹوک انداز جہاں مبسوط شاہ کو ششدر کر گیا تھا وہیں اس کی خود پسندی بھی عود کر آئی تھی۔

"یاد رکھنا گیت! میں نے تمہیں آئندہ اس شخص کے یا کسی کے بھی ساتھ دیکھا تو تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا"۔ درشتی سے انگلی اٹھا کر وارن کیا گیا تھا۔

"اس سب بکواس کا آخر مطلب کیا ہے؟ اور آپ ہوتے کون ہیں مجھے کسی سے ملنے سے روکنے والے؟ میں ایک نہیں ہزار بار ملوں گی' مگر یہ بھی سن لیں کہ آپ جیسا سمجھ رہے ہیں ویسا کچھ نہیں ہے' میں سعید بھا....."

"آئندہ تم نے اپنی زبان سے کسی غیر مرد کا نام لیا تو میں تمہاری زبان تو گدی سے کھینچوں گا ہی مگر اس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا اور جس سے کھڑی باتیں کر رہی تھیں اس کا تو وہ حال کروں گا کہ سالا ساری عمر....." الوحہ نے غصے سے بے قابو ہوتے مبسوط شاہ کی مضبوط گرفت سے ایک جھٹکے سے اپنی کلائی آزاد کروائی تھی اور اس کا موی ہاتھ مبسوط شاہ کے منہ پر طمانچے کی صورت لگا تھا' مبسوط شاہ ایک پل کو ساکت رہ گیا تھا اور اس کی آنکھوں سے نکلتے شعلے الوحہ کو اپنی غلطی کا احساس دلانے کے ساتھ ساتھ کافی سہا بھی گئے تھے' تھوڑی دیر پہلے کا اعتماد پانی کے بلبلے کی مانند اڑ گیا تھا اور وہ بہت جلدی سے کانپتے لہجے میں بولی تھی۔

"آئی ایم سوری..... یہ سب بے اختیاری میں ہوا' سعید بھیا تو الوبہ کے شوہر ہیں آپ نے ان کے بارے میں اس طرح کہا تو..... آئی ایم سوری!" کب سے رکے آنسو بہنے لگے تھے' مبسوط شاہ نے انگلی اٹھا کر چپ رہنے کا اشارہ دیا تھا اور انتہائی طیش کے عالم میں کہتا چلا گیا تھا۔

"اس شخص سے تمہارا کوئی بھی رشتہ ہو مگر مجھ سے دشمنی بڑی مہنگی پڑے گی' اس تھپڑ کا بدلہ سود سمیت نہ لیا تو میرا نام بدل دینا"۔ مبسوط شاہ تن فن کرتا وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا' الوحہ نے خلاف توقع لوگوں کی غیر موجودگی کے باعث سکھ کا سانس لیا تھا' مگر اسے مبسوط شاہ سے خوف آنے لگا تھا' اسے تو مبسوط شاہ سے

پہلے ہی ڈر لگتا تھا مگر جب بات اس کے کردار کی آئی تو وہ یکدم سے بہادر بن گئی' مگر اب اس کی یہی بہادری اس کے گلے پڑ گئی تھی۔

"مبسوط شاہ! کتنے غصے میں تھا' وہ نہ جانے کیا کرے' مجھے اس پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے تھا' مگر اب میں کیا کروں' ماما کو بتاتی ہوں تو وہ پریشان ہو جائیں گی اور الوبہ کو بتاتی ہوں تو وہ نہ جانے کیا سوچے گی"۔ وہ جب سے گھر آئی تھی مستقل اسی واقعے کو سوچے جا رہی تھی' مستقل ایک ہی بات کو سوچ کر پریشانی سے جاگتے رہنے کی وجہ سے اسے بخار ہو گیا تھا مگر وسوسے تھے کہ بڑھتے ہی جا رہے تھے۔

☆

"کمینی..... اس کی ہمت بھی کیسے ہوئی مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی' وہ لڑکی جو لوگوں کی موجودگی سے ہی خوف کا شکار ہو جاتی تھی اس نے مجھ کو طمانچہ مارا' مجھے جس سے کبھی کسی نے اونچی آواز میں بات نہیں کی' وہ دو کوڑی کی سہمی ہوئی چڑیا مجھے ذلیل کر گئی"۔ وہ کمرے میں موجود کتنی ہی چیزوں کو اٹھا اٹھا کر پھینک چکا تھا مگر اس کا غصہ کنٹرول میں نہیں آ رہا تھا۔

"مجھے ضرورت ہی کیا پڑی تھی اس کے پاس جانے کی؟ مجھے کیوں اس کا کسی کے ساتھ بات کرنا اچھا نہیں لگا تھا؟ میں کیوں CBI آفیسر بن کر اس تک پہنچ گیا تھا؟ میری بلا سے وہ بھاڑ میں جاتی مگر میں کیوں وہ منظر برداشت نہیں کر سکا تھا؟" اس نے غصے میں پرفیوم کی شیشی ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے پر دے ماری تھی اور چھناکے کی آواز کے ساتھ کرچیاں بکھرتی چلی گئی تھیں۔

"میں اس کی لائف میں انٹرفیئر کرنے کا حق نہیں رکھتا تھا' مگر اسے بھی مجھ پر ہاتھ اٹھانے کا حق ہرگز بھی حاصل نہیں تھا' اب مجھے اپنی بے عزتی کا بدلہ ہر حال میں لینا ہے' ایک دنیا میرے سامنے جھکتی ہے' ہزاروں لڑکیاں میری اک نگاہ کو ترستی ہیں' مگر آج تک کسی میں اتنی جرات نہیں ہوئی کہ وہ میرے سامنے تن کر کھڑی ہو سکے اور اس سہمی چڑیا نے جو کیا ہے وہ تو قابل معافی ہے ہی نہیں' اس کی جرات کی عبرت ناک سزا نہ دی تو میرا نام بھی مبسوط شاہ نہیں"۔ سگریٹ پھونکتے ہوئے مصمم ارادہ کیا گیا تھا۔

"ہیلو.....!" الوحہ فون اٹھا کر بولی تھی مگر ایئر پیس کی دوسری جانب سے ابھرنے والی آواز اسے ساکت کر گئی تھی۔

"گیت! تم دو دن سے یونیورسٹی کیوں نہیں آ رہیں؟ اگر تم نے کل کی چھٹی کی تو اچھا نہیں ہوگا' سن رہی ہو ناں میں کیا کہہ رہا ہوں؟" خاموشی کے جواب میں مبسوط شاہ ترخ کر بولا تھا اور وہ بھی ڈرتے ڈرتے کہنے لگی تھی۔

"میرے چھٹی کرنے سے آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا"۔

"مجھے فرق پڑتا ہے اس لئے تم کل آ رہی ہو اور ایک بات بلیک کلر از مائی فیورٹ اور تم کل وہی پہن کر آؤ گی اور تم نے ایسا نہیں کیا یا چھٹی کی تو میں تمہارے گھر آ جاؤں گا"۔ مبسوط شاہ نے اس کی سنے بنا فون رکھ دیا تھا' الوحہ پریشانی سے پورے گھر میں چکراتی پھر رہی تھی۔

"الوحہ! کوئی پریشانی ہے' میں کب سے تمہیں دیکھ رہی ہوں کافی ڈسٹرب لگ رہی ہو"۔ الوبہ کے پوچھنے پر وہ گڑبڑا گئی تھی' دل تو چاہ رہا تھا اسے بتا دے مگر وہ ڈرتی تھی کہ کہیں الوبہ گھر والوں کو نہ بتا دے اس لئے وہ بنا بتائے اپنے روم میں آ گئی تھی۔

"الوحہ بی بی! یہ آپ کے لئے پارسل آیا ہے"۔
الوحہ نے حیران ہوتے ہوئے ییلو روز سے سجا خوبصورت بوکے ملازمہ کے ہاتھ سے لے لیا تھا' پھولوں کے اندر رکھا کارڈ اس نے کھولا تھا' تحریر تھا کہ

"کچھ نے کہے ہیں تو کچھ نے کمایا نام
کچھ نے دل و نگاہ کو آباد کر دیا"

ہم رہ گزارِ شوق کو بس دیکھتے رہے
ہم نے یونہی وقت کو برباد کر دیا"

"گیت! میں روز بروز وقت ہرگز برباد نہیں کروں گا آخری موقعے کے طور پر آج گلاب بھیجے ہیں اور کل میں خود آؤں گا' روز تو میں عذر سن ہی نہیں سکتا' یقیناً میری تحریر پڑھ کر تمہارے چہرے کا رنگ بدل گیا ہوگا اور ان رنگوں کو میں خود دیکھنے کی خواہش رکھتا ہوں اور تم میری خواہش کا پاس رکھتے ہوئے کل ضرور آؤ گی' میں تمہارا انتظار کروں گا' نہیں تو شام ڈھلے مجھے اپنے گھر میں پاؤ گی' غصہ کرنے کے بجائے جا کر بلیک ڈریس پریس کر لو۔"

"ظاہر کسی صورت میں میرا نام نہ کرنا
ہیں لوگ بہت خاص' ہمیں عام نہ کرنا
جانے کی اجازت تو دے دیتے ہیں
رستے میں آتے ہوئے کہیں شام نہ کرنا"

مبسوط شاہ!

الوحہ نے کارڈ اور اس کے ساتھ ہی موجود لیٹر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے اور بیڈ پر گر کر روتی چلی گئی تھی۔

"یا اللہ! میری مدد کر' میں کس مشکل میں پھنس گئی ہوں' وہ مبسوط شاہ آخر مجھ سے چاہتا کیا ہے' میں یونیورسٹی نہیں گئی اور وہ واقعی گھر آ گیا تو میں سب سے کیا کہوں گی اور وہ مجھے آخر تنگ کیوں رہا ہے؟ اس کے جانے کیا ارادے ہیں لیکن میں ایسے ڈر کر بھی تو نہیں بیٹھ سکتی' میں پوچھوں گی مبسوط شاہ سے وہ کیوں ایسا کر رہا ہے اور میں کم از کم الوبہ کو تو بتا ہی دیتی ہوں"۔ وہ آنسو صاف کرتی الوبہ کے روم کی جانب بڑھ گئی تھی۔

☆

"واٹ ہیپن الوحہ! تم کسی کو ڈھونڈ رہی ہو؟" الوبہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے اسے بے چینی سے ادرگرد نگاہ دوڑاتے دیکھ کر بولی تھی اور وہ گڑبڑا کر رہ گئی تھی کہ اس کی نگاہ کلاس سے نکلتے مبسوط شاہ پر پڑی تھی اور اس نے بے اختیاری میں الوبہ کا ہاتھ تھام لیا تھا اور اس کی گھبراہٹ محسوس کرتے ہوئے مبسوط شاہ کے لبوں پر مسکراہٹ مچل مچل گئی تھی جبکہ الوبہ اپنا سر پیٹ کر رہ گئی تھی۔

"او مائی گاڈ! اب تو دو ماہ ہونے کو آ رہے ہیں اور تم اس ماحول میں ایڈجسٹ نہیں ہوئیں' اور تم بھی نال کس سے ڈر رہی ہو' وہ صرف ایک مذاق تھا جو سینئرز جونیئرز کے ساتھ کرتے ہی رہتے ہیں' مبسوط شاہ تو بہت اچھی نیچر کے مالک ہیں' آؤ میں تمہاری بات کرواتی ہوں' تمہارا ڈر خوف خود بخود ختم ہو جائے گا"۔ الوحہ تو کچھ کہہ بھی نہیں پائی تھی اور مبسوط شاہ ان کے سامنے آ رکا تھا۔

"کیسی ہیں الوبہ! آج تو آپ نے بہت دیر کر دی' فرسٹ کلاس تو مس ہو گئی"۔ وہ بہت دوستانہ انداز میں الوبہ سے کہہ رہا تھا جبکہ نگاہیں حیران پریشان الوحہ پر جمی ہوئی تھیں۔

"الوحہ کی وجہ سے ہمیں دیر ہو گئی' اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور نانو تو اسے روک رہی تھیں مگر یہ زبردستی آ گئی جبکہ اسے ابھی بھی فیور ہے"۔ الوبہ بہن کو دیکھتے ہوئے بہت پیار سے کہہ رہی تھی۔

"آپ کو نہیں آنا چاہئے تھا مس الوحہ! کچھ دن گھر پر ہی آرام کرتیں' انسان کی صحت سے بڑھ کر تو کچھ نہیں ہوتا"۔ اس کے لفظ اس کی آنکھوں کا ساتھ نہیں دے رہے تھے جن میں فتح کی مسکراہٹ روشن تھی' الوحہ کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"تم یہیں ٹھہر کر مبسوط شاہ سے بات کرو' میں ابھی آتی ہوں' الوحہ کا پلیز خیال رکھیے گا' یہ پہلے ہی آپ سے بہت ڈرتی ہے"۔ وہ باری باری ان دونوں سے بولی تھی۔

"کیوں بھئی اب اتنی بھی ڈراؤنی شکل نہیں ہے"۔

"ارے..... یہ فرسٹ ڈے والے واقعے کو لے کر پریشان ہے' آپ اس کی غلط فہمی بھی دور کر دیں"۔ وہ دونوں چلتے ہوئے کیفے ٹیریا میں آ گئے تھے' الوحہ تو خیر مجبور آ گئی تھی' الوبہ کے جاتے ہی وہ جیسے ہی کھڑی ہونے لگی' مبسوط شاہ نے اکا دکا اسٹوڈنٹ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس کی کلائی پکڑ لی تھی' وہ چھڑا کر الوحہ فوراً ہی واپس بیٹھ گئی تھی' اور ڈرتے ڈرتے آس پاس نگاہ دوڑائی تھی کوئی ان کی جانب متوجہ نہیں تھا' مگر اس کی ہتھیلیاں نم پڑنے لگی تھیں۔

"تم نے بلیک ڈریس کیوں نہیں پہنا؟" مبسوط شاہ خاموشی سے آنسو پینے کی کوشش میں سرخ پڑتی سبز کلر کے پرنٹڈ سوٹ میں اپنے ساتھ بیٹھی الوحہ کو بغور دیکھتا بولا تھا اور وہ اس کے دیکھنے پر ہی پریشان تھی اس کے سوال پر آنسو بہنے لگے تھے' وہ ایک ہفتے بعد آ تو گئی تھی مگر وہ مبسوط شاہ کے بتائے رنگ کو ہزاروں واہموں کے باوجود نہ پہن سکی تھی۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں"۔ وہ دبے دبے انداز میں غرایا تھا۔

"میرے پاس بلیک سوٹ نہیں ہے"۔ اس کے لبوں سے پھسلا تھا اور وہ چاہ کر بھی قہقہہ روک نہیں سکا تھا۔

"ویری فنی مائی سویٹ گیت! گزرے دو ماہ میں تم پورے 4 بار بلیک سوٹ پہن کر آ چکی ہو اور پھر بھی کہتی ہو کہ یہ رنگ تمہارے وجود کا بھی حصہ نہیں بنا"۔ وہ تمسخر اڑا رہا تھا۔

"دیکھیے..... ! میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں' مجھے آپ پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے تھا' میں آپ سے سوری کرتی ہوں' پلیز..... آپ ایسا نہ کریں' اور میں کیوں آپ کے کہنے پر عمل کروں؟" وہ بے بسی سے کہہ رہی تھی۔

"گیت! ابھی سے گھبرا گئیں' اس تھپڑ کی بازگشت تو تمہیں تاحیات سننی ہے' میں معاف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"۔ وہ بے رخی سے کہہ رہا تھا۔

"میں جانتا تھا کہ تم کسی کو کچھ بتا ہی نہیں سکتیں' اس لئے تمہاری غیر موجودگی میں الوبہ سے فرینڈ شپ کی' اب تو تم میرے خلاف اسے کچھ کہو گی تو وہ شاید ہی یقین کرے تمہیں تو میں نے اتنا ستانا ہے کہ تم نے جو میری تذلیل کی ہے وہ لمحہ جتنا اذیت ناک میرے لئے تھا آنے والا زندگی کا ہر لمحہ تمہارے لئے اس سے زیادہ دردناک بن جائے' اور تم میرے شر سے پناہ مانگو"۔ وہ اسے ساکت چھوڑ کر کیفے ٹیریا سے باہر نکل گیا تھا' اور وہ الوبہ کی واپسی تک وہیں بیٹھی رہی تھی' مبسوط شاہ کی کہی بات بھی سچ ہی ثابت ہوئی تھی' اس نے عام انداز میں مبسوط شاہ کے لئے ناگواری ظاہر کی تھی اور الوبہ اس کی تعریفوں میں رطب اللسان ہو گئی تھی کہ الوحہ اس کو کچھ بتا ہی نہیں سکی تھی' پھر ان دونوں میں زیادہ انڈر اسٹینڈنگ بھی نہیں تھی اور جتنی بھی اتنے سالوں کی دوری کے بعد ہو سکی تھی اس میں الوبہ کا ہی ہاتھ تھا' الوحہ کا شروع شروع میں بالکل لیا دیا سا انداز تھا' وہ تو شروع سے ہی گھر کے ماحول کی وجہ سے کافی تنہائی پسند تھی۔

☆

"جاذب کمال یہاں کیا کر رہا تھا؟" نوٹس بناتی الوحہ نے سرد آواز پر جھکا سر اٹھایا تھا اور ناگواری کی تیز لہر سارے وجود میں دوڑ گئی تھی۔

"میں نے تم سے پوچھا ہے"۔

"وہ مجھ سے اسائنمنٹ کے بارے میں ڈسکس کرنے آئے تھے' آپ ہر کسی کو اپنے جیسا مت سمجھا کریں"۔ الوحہ چیں بہ جبیں ہو کر اپنا سامان سمیٹنے لگی تھی۔

"پوری کلاس میں ایک تم ہی قابل نہیں ہو' جس سے اسائنمنٹ ڈسکس ہو رہے تھے' جاذب کمال اچھا آدمی نہیں ہے' آئندہ اس سے دور ہی رہنا"۔ وہ اس کی ناگواری کو کسی خاطر میں نہ لاتا کہہ رہا تھا۔

"اچھے تو آپ بھی نہیں ہیں' میرے نہ چاہنے کے باوجود بھی آپ مجھ سے بات کرتے ہیں' اور جب میں آپ کو نہیں روک سکی تو جاذب کمال کو کیونکر روک پاؤں گی"۔ اس کے لہجے میں طنز ہی طنز تھا اور وہ بکس واپس کرتی لائبریری سے باہر آ گئی تھی۔

"کتنا اسائنمنٹ بنا لیا؟" الوبہ اسے اپنی کلاس کے باہر ہی مل گئی تھی' ان دونوں کی ایک سیڈ رہی ڈیفرنٹ تھی'

WWW.PAKSOCIETY.COM

الوحہ کے پاس ہسٹری اور الوبہ کے پاس میتھ‘ وہ میتھ کی ہی کلاس لے رہی تھی اور وہ روز کی طرح لائبریری چلی گئی تھی۔

"میں تو آل موسٹ میں کمپلیٹ کر چکی ہوں‘ بس اسے ایک بار پڑھ کر فیئر کرنا ہے‘ اور تمہارے ٹاپک کی بھی کافی چیزیں میں نے لکھ لی ہیں‘ گھر چل کر دیکھ لینا“۔ الوحہ کی بات پر وہ کچھ مطمئن ہو گئی تھی۔

"ڈرائیور کو آنے میں ابھی کچھ وقت لگے گا‘ آج تو گرمی نے بُرا حشر کر دیا ہے‘ تم بھی منہ دھو لیتیں“۔ الوبہ نے فیس واش اسے دیا تھا مگر اس نے الوبہ کے ہاتھ سے لے کر اس کے ہینڈ بیگ میں ڈال دیا تھا‘ الوبہ بالوں میں برش کرنے لگی تھی۔

"الوبہ! چلو بھی تم تو ہر جگہ ہی جم جاتی ہو‘ اور یہاں کتنی اسمیل آ رہی ہے“۔ الوحہ اکتائے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی‘ اور اس کی جھنجلاہٹ میں اس وقت کئی گنا اضافہ ہو گیا جب اچھی کی کلاس فیلو ماریہ اس کی سائیڈ سے نکلتے ہوئے اپنے ہاتھ میں موجود لپ اسٹک سے اس کے سفید بے داغ آنچل کو اپنا سرخ رنگ عطا کر گئی تھی۔

"آئی ایم سو سوری الوحہ!" ماریہ کافی شرمندہ ہو گئی تھی‘ الوحہ نے کافی جھنجلاتے ہوئے دوپٹہ اتار کر داغ صاف کرنا چاہا تھا مگر وہ ختم نہیں ہوا تھا‘ ہلکا ضرور پڑ گیا تھا۔

"واؤ..... الوحہ! یور ہیئر از سو لانگ اینڈ بیوٹی فل“۔ ماریہ ستائش سے کہہ رہی تھی۔ الوحہ نے تھینکس کہہ کر دوپٹہ جھاڑا تھا اور وہ جیسے ہی اوڑھنے لگی تھی ماریہ کی آواز پر اس کے ہاتھ پل بھر کو ہوا میں ہی ساکت رہ گئے تھے۔

"واٹ آ بیوٹی فل پینڈنٹ“۔ ماریہ اس کے گلے میں موجود گولڈ کے لاکٹ کو دیکھ کر کہہ رہی تھی۔

"یہ پینڈنٹ اس وقت سے میرے گلے میں ہے جب میں چار سال کی تھی‘ میری بسم اللہ پر نانو نے گفٹ کیا تھا‘ یہ مجھے بہت زیادہ عزیز ہے“۔ الوحہ پیار سے لاکٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی تھی‘ کہ الوبہ نے چلنے کا اشارہ کیا تھا اور وہ دوپٹہ سیٹ کرتی الوبہ کے پیچھے ہی واش روم سے نکل گئی تھی‘ ان دونوں کا رُخ مین گیٹ کی جانب تھا‘ وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے چل رہی تھیں کہ الوحہ کی نگاہ سامنے پڑی تھی اور وہ الوبہ کی بات کا جواب دینا بھول گئی تھی اور بے اختیاری میں وہ آگے لپکی تھی کہ اسے کسی نے اپنی جانب کھینچ لیا تھا اور اگر ایسا نہ کیا جاتا تو وہ تیز رفتار مرسڈیز سے اپنے ہاتھ پیر تو کم از کم تڑوا ہی چکی ہوتی‘ الوحہ مضبوطی سے آنکھیں میچے ہلکے ہلکے لرز رہی تھی‘ مبسوط شاہ نے اسے خود سے تھوڑے فاصلے پر کیا تھا‘ الوبہ اس کے پاس آ کر پریشانی سے بولنے لگی تھی۔

"آر یو میڈ الوحہ! اس طرح بھاگنے کی کیا ضرورت تھی‘ تمہیں اگر مبسوط شاہ اپنی جانب نہ کھینچتے تو تم اس گاڑی کے نیچے آ گئیں ہوتیں“۔ الوبہ نے اس کا کندھا ہلایا تھا اور وہ اس کے سینے سے لگی بلکنے لگی تھی۔

"وہ..... وہ الوبہ! میں تو صرف بلی کے بچے کو بچانے کے لئے بھاگی تھی‘ مجھے لگا کہ وہ گاڑی کے نیچے آ جائے گا“۔ بہت روتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی‘ مبسوط شاہ قدرے ششدر سا اس کے بلکتے وجود اور غیر مبہم الفاظ کو سن رہا تھا‘ الوبہ نے اس کے آنسو صاف کیے تھے‘ کافی سارے اسٹوڈنٹ جمع ہو گئے تھے‘ الوبہ نے بیگ سے پانی کی بوتل نکال کر اسے دی تھی‘ پانی کی بوتل واپس کرتے ہوئے اس کی بھیگی پلکیں زخمی بلی کے بچے پر ٹھہر گئیں تھیں‘ اور اس کے ہاتھ سے بوتل چھوٹ گئی تھی‘ وہ جارحانہ انداز میں مبسوط شاہ کی جانب بڑھی تھی۔

"یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے‘ آپ مجھے بیچ میں نہ روکتے تو یہ معصوم سا بچہ کبھی زخمی نہ ہوتا‘ آپ بالکل بھی اچھے انسان نہیں ہیں بلکہ آپ میں تو انسانیت نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں‘ دوسروں کو پریشانی میں دیکھ کر آپ کی خود پسندی کو تقویت ملتی ہے مگر اس طرح کرنے

سے آپ دوسروں کی نگاہ سے گر جاتے ہیں“۔ وہ روتے ہوئے انگلی اُٹھا کر مبسوط شاہ سے کہہ رہی تھی۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے الوحہ! جس انسان نے تمہاری جان بچائی تم اسی کو جو منہ میں آ رہا ہے‘ بس کہے جا رہی ہو‘ اگر مبسوط شاہ تمہیں وقت پر اپنی جانب نہ کھینچتے تو اس بلی کے بچے کی جگہ تم زخمی ہوئی پڑی ہوتیں‘ اور تم احسان ماننے کی بجائے اُلٹا......"

"میں کیوں ان کا احسان مانوں؟ میں نے ان سے نہیں کہا تھا مگر ان کے اس عمل کی وجہ سے....." وہ اپنی بات بیچ میں ہی روک کر مڑی تھی‘ کچھ قدم چلتے ہی اس کی آنکھوں کے گرد دھند سی چھانے لگی تھی اور وہ تیورا کر زمین پر گر پڑی تھی‘ الوبہ اور مبسوط شاہ ایک ساتھ لپکے تھے‘ اس کے ماتھے سے خون نکل رہا تھا اور الوبہ اس کا سر اپنی گود میں رکھے پریشانی سے اس کا گال تھپتھپا رہی تھی‘ مبسوط شاہ نے آگے بڑھ کر ہوش و حواس سے بے گانہ الوحہ کو اپنے بازوؤں میں اُٹھایا اور گاڑی میں ڈال کر الوبہ کے ساتھ اسے ہاسپٹل لے گیا تھا۔

"مریضہ کی حالت اب خطرے سے باہر ہے‘ مگر آپ لوگوں کو انہیں پریشانی سے دور رکھنا ہو گا ورنہ دوبارہ بھی نروس بریک ڈاؤن ہو سکتا ہے‘ ابھی بھی مستقل سوچوں اور پریشانیوں کے سبب ہی نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا‘ ابھی وہ مکمل صحت یاب نہیں ہوئیں ہیں‘ اس لئے انہیں مکمل احتیاط کی ضرورت ہو گی“۔ ڈاکٹر کہہ کر جا چکا تھا‘ سب الوحہ کے کمرے کی جانب بڑھے تھے اور مبسوط شاہ دل پر بوجھ لئے ہاسپٹل سے نکل آیا تھا۔

"گیت کی حالت کا صرف میں ذمہ دار ہوں‘ دو ماہ سے میں نے اسے کتنا تنگ کیا ہوا تھا اور یہ سب اسی کا نتیجہ ہے‘ اگر اسے کچھ ہو جاتا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاتا اور کیا اس کے بغیر میں جی سکتا ہوں“ "نہیں کبھی نہیں“۔ اس کے اندر سے کوئی بولا تھا۔

"میں ایسا کبھی نہیں چاہتا تھا‘ مجھے تو بس اسے ستانے میں مزہ آ رہا تھا‘ جس پل میں نے اسے سیڑھیوں پر دیکھا تھا اور پھر جب وہ میرے سینے سے لگی کھڑی تھی اور مجھ سے دور ہوتے ہوتے وہ میرا دل چُرا کر لے گئی تھی اور پھر اس دن اسے ایک آدمی سے باتیں کرتے دیکھ کر میں خود پر اختیار کھو بیٹھا تھا‘ پھر اس نے مجھے تھپڑ مارا تو دماغ میں آئی تھی کھڑے کھڑے اس کا گلا دبا دوں‘ مگر دل نے میرے دماغ کی نہیں چلنے دی تھی‘ اور اب تک میں نے جو کیا صرف اسے تنگ کرنے کے لئے کیا‘ مگر وہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل پر لے کر بیٹھ گئی‘ مگر اب مجھے اس سے ایکسکیوز کر کے اپنے دل کی داستان سنانی ہے اور مما سے کہہ کر اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا ہے“۔ سوچتے ہوئے وہ دل سے مسکرایا تھا۔

الوحہ جب سو کر اٹھی تھی‘ اس کی نگاہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھے سرخ گلابوں نے اپنی جانب کھینچ لی تھی‘ گلابوں کی مہک اس نے اپنی سانسوں میں اتاری تھی اور پھول ٹیبل پر واپس رکھتے ہوئے بکے کے اندر سے ایک بہت خوبصورت "جسٹ فار یو" کا کارڈ گرا تھا جسے وہ اُٹھا کر پڑھنے لگی تھی۔

"چپ کے عالم میں وہ تصویری صورت اس کی
بولتی ہے تو بولتی جاتی ہے رنگت اس کی
سیڑھیاں چڑھتے اچانک وہ ملی تھی مجھ کو
اس کی آواز میں موجود تھی حیرت اس کی
دل دھڑکتا ہے تو وہ آنکھ بلاتی ہے مجھے
سانس آتی ہے تو ملتی ہے بشارت اس کی"

خوبصورت اشعار نہایت دلکش ہینڈ رائٹنگ میں درج تھے اور اختتام پر آئی ایم سوری لکھا تھا اور جلی حروفوں میں مبسوط شاہ کا نام جگمگا رہا تھا‘ شاعری کی دیوانی الوحہ کے مسکراتے لب مبسوط شاہ کا نام پڑھ کر سکڑ سے گئے تھے‘ اور اس نے ہاتھ میں موجود کارڈ کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا اور بکے اٹھا کر دیوار پر دے مارا تھا‘ کھلی کھلی سرخ کلیاں بالکل اس کی سوچوں کی مانند بکھر گئی تھیں۔

☆

"الوبہ! وہ تمہاری نظر میں محض ایک پینڈنٹ تھا اور حقیقت بھی یہی ہے' مگر اس سونے کے ٹکڑے کی کیا اہمیت ہے کوئی نہیں سمجھ سکتا' میں نے شعور کی دہلیز پر جب قدم رکھا تھا وہ میرے گلے میں موجود تھا' کوئی میرے اتنا نزدیک نہیں تھا' میری کوئی دوست نہیں تھی اور تم سے سال کے سال ملاقات ہوتی تھی' جب میں رات کو سونے کے لئے لیٹتی تو میری انگلیاں اس لاکٹ کو اِدھر سے اُدھر گھماتی رہتیں اور پھر دھیرے دھیرے میں اپنی باتیں اس سونے کے ٹکڑے سے کرنے لگی' تمہیں نہیں پتہ الوبہ! وہ میرے لئے کتنا اہم تھا' اسے میں نے اپنی انگلیوں کا لمس' دل کا درد اور آنکھوں کے موتی سونپے تھے' مجھے اب رات کو نیند نہیں آتی' میں تو روز رات کو اسے دن بھر کا احوال کہتی تھی اور اسے گھماتے گھماتے ہی سو جاتی تھی' اور یہی بات میرے لئے سوہانِ روح ہے الوبہ کہ وہ پینڈنٹ جسے میں گلے سے اُتارتے بھی ڈرتی تھی وہ مجھ سے کہیں کھو گیا ہے' وہ اب نجانے کس کے پاس ہوگا"۔ وہ باقاعدہ رو رہی تھی اور الوبہ خاموشی سے باہر نکل گئی تھی' وہ تو الوحہ کو فون دینے آئی تھی اور اسے روتے دیکھ کر پوچھنے لگی تھی' اور الوحہ کہتی چلی گئی تھی جس دن اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا اس دن اس کا پینڈنٹ کھو گیا تھا۔

"الوحہ! اس وقت کافی اپ سیٹ ہے' وہ آپ سے بات نہیں کر پائے گی اور نہ ہی آپ اسے کچھ بھی سمجھا سکیں گے"۔ الوبہ' مبسوط شاہ سے کہہ رہی تھی۔

مبسوط شاہ نے اپنا پرپوزل بھیجا تھا مگر الوحہ نے صاف انکار کر دیا تھا' طبیعت کی خرابی کی وجہ سے وہ یونیورسٹی جا نہیں رہی تھی اس لئے مبسوط شاہ نے فون کیا تھا' فون رکھنے کے بعد بیڈ پر لیٹتے ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر دراز کھولی تھی اور اس میں پڑی چین باہر نکالی تھی' یہ چین لاکٹ اسے اپنی کار کی بیک سیٹ سے ملا تھا' اس نے سوچا تھا کہ الوحہ یا الوبہ میں سے کسی کا ہوگا' پھر وہ دراز میں ڈال کر بھول گیا تھا' مبسوط شاہ نے چین اونچی کر کے پینڈنٹ کو ترچھا اپنی ہتھیلی پر رکھا تھا' اسے الوحہ کا عکس اس پینڈنٹ میں نظر آنے لگا اور اس نے مسکراتے ہوئے اپنے شنگرفی لب اس پر رکھ دیئے۔

"یہ پینڈنٹ واقعی بہت خوش نصیب ہے گیت! جسے تمہارا پیار بھرا لمس نصیب تھا' اور اب یہ تمہاری حسین یاد بن کر تاحیات میرے ساتھ رہے گا"۔ مبسوط شاہ اس پر انگلیاں پھیرتے ہوئے سوچ رہا تھا مگر یکدم الوحہ کی آنسوؤں میں بھیگی آواز کانوں میں گونجی تھی اور اس نے پینڈنٹ الوحہ کو واپس کرنے کا ارادہ کر لیا' پھر پینڈنٹ کو اس نے بہت خوبصورت سے ریپر میں پیک کیا اور الوحہ کے نام پارسل بھیج دیا' مگر 3 گھنٹے بعد اسے وہ گفٹ پیک واپس مل گیا' مبسوط شاہ گفٹ پیک کو پکڑے حیران سا کھڑا تھا کہ اس کا سیل گنگنانے لگا' الوحہ کا نمبر دیکھ کر اس کی حیرت کئی گنا بڑھ گئی تھی' اس نے یس کا بٹن پش کیا تھا اور اس کے ہیلو کہنے سے پہلے ہی الوحہ نان اسٹاپ اسے کھری کھری سنانی چلی گئی تھی۔

"مسٹر مبسوط شاہ! آپ اپنی ان اوچھی حرکتوں سے آخر ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں' کیا سوچ کر آپ نے مجھے گفٹ بھیجا تھا' میں آپ کے بھیجے تحائف پر لعنت بھیجتی ہوں' آپ کا پرپوزل جب ایکسیپٹ نہیں کیا گیا تو آپ اپنی ان حرکتوں سے بھی باز آ جائیں ورنہ......"

"تم کچھ بھی نہیں کر سکتیں سوائے لفاظی کے اور ایک بات' آج ایک بار پھر میں اپنے پیرنٹس کو بھیج رہا ہوں' اور اس بار انکار کی صورت میں تمہیں سنگین نتائج بھگتنے پڑیں گے"۔ الوحہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ مبسوط شاہ نے اپنی بات مکمل کر کے لائن ڈسکنیکٹ کر دی' الوحہ فون رکھ کر اپنے روم کی جانب بڑھی تھی کہ سلیمہ بیگم کی پکار پر ان کے روم میں آ گئی۔

"پلیز نانو! میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی' ابھی تو میرا گریجویشن بھی کمپلیٹ نہیں ہوا"۔ وہ بے بسی سے بولی تھی۔

"چندا تمہارے تایا جان (سمید کے بابا) کب سے اسفند کے لئے تمہارا ہاتھ مانگ رہے ہیں' میں کب سے اُسے ٹال رہی تھی' مگر اسفند چھٹیوں پر آیا ہوا ہے اور اگر تمہیں اسفند نہیں پسند تو ایک رشتہ مبسوط شاہ کا بھی موجود ہے' بیٹا! میں خود اسی رشتے کے لئے رضامند ہوں میں تمہیں اتنی دور بھیجنا نہیں چاہتی' مبسوط شاہ کے والدین بھی بہت اصرار کر رہے ہیں' تمہارے بابا بھی اس رشتے کے لئے راضی ہیں' مگر حتمی فیصلہ تو تمہارا ہی ہوگا"۔ سلیمہ بیگم اسے پیار سے سمجھا رہی تھیں۔

"نانو! آپ تایا جان کو ہاں کہہ دیں"۔ وہ کہتے ساتھ ہی باہر نکل گئی تھی' ابھی سلیمہ بیگم کچھ سوچ ہی رہی تھیں کہ اسفند آفندی ان سے ملنے چلے آئے۔

"نانو! میں الوحہ سے شادی نہیں کرنا چاہتا"۔ اسفند آفندی دو چار اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد بولے تھے اور سلیمہ بیگم چونک گئی تھیں۔

"یہی بات اپنے اماں بابا سے کہی تھی"۔

"بہت بار کہہ چکا ہوں نانو! مگر بابا جان کہتے ہیں کہ انہوں نے صرف الوحہ کو ہی اپنی بڑی بہو کے روپ میں دیکھا ہے' ماما سے بات کرنا چاہی تو انہوں نے بھی میری بات ماننے سے انکار کر دیا' وہ صرف اپنی بھانجی کو ہی اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں (الوحہ اور اسفند تایازاد اور خالہ زاد بھی تھے) میں تو ان دونوں سے لڑ لڑ کر بھی تھک گیا' میں الوحہ کو بھی خوشیاں نہیں دے سکتا نانو! مگر ماما کو کیسے سمجھاؤں' انہوں نے مجھے دھمکی دی ہے کہ میں نے الوحہ سے شادی سے انکار کر دیا تو وہ مجھے دودھ نہیں بخشیں گی' اسی لئے میں نے اپنوں سے دور پردیس میں اپنا جہان آباد کر لیا مگر نانو! میری محبت مجھ سے دور جا رہی ہے' وہ کسی اور کے نام کا سرخ جوڑا پہننے جا رہی ہے اور مجھے ماما کی قسم نے باندھا ہوا ہے' عاصمہ تو میری نہیں ہو سکتی مگر میں کسی اور کو آباد بھی نہیں کر سکتا' جب ماں باپ سے لڑ لڑ کر تھک گیا تو آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ ہی اس شادی سے انکار کر دیں' تاکہ الوحہ کو خوشیاں نہ دے کر پچھتاوے میری راہ میں نہ آئیں' محبت گنوانے کے بعد اب تو میرے پاس کچھ کھونے کو بھی نہیں بچا"۔ اسفند آفندی سنجیدگی سے مگر ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہہ رہے تھے' سلیمہ بیگم نے اپنے نواسے کو دیکھا تھا' ان کا یہ نواسا سب سے بہادر اور مضبوط تھا' اور آج کتنا شکست خوردہ لگ رہا تھا۔

"پاگل...... یہ سب کہنے میں تو نے اتنا وقت لگا دیا مگر ابھی کچھ نہیں بگڑا' تیرے ماں باپ کی تو خوب خبر لوں گی اور میرے چاند تو بے فکر رہ' تجھے تیری محبت ضرور ملے گی"۔ سلیمہ بیگم یقین سے کہہ رہی تھیں مگر اسفند آفندی ناامیدی سے ان کے کمرے سے نکل گیا تھا۔

☆

"مبارک ہو۔ آج سے الوحہ بیٹی ہماری ہوئی"۔ الوحہ اپنے ہاتھ کی تیسری انگلی میں جگمگاتی انگوٹھی کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"آپ لوگ بس شادی کی تیاریاں شروع کر دیں' ہم بہت جلد اپنے مبسوط کی دلہن لینے آئیں گے"۔ مبسوط شاہ کی دادی نے حیرت زدہ بیٹھی الوحہ کو گلے سے لگاتے ہوئے کہا تھا' الوحہ کی آنکھیں برسنے لگی تھیں اور وہ ایک شکوہ کناں نگاہ سلیمہ بیگم پر ڈالتی ڈرائنگ روم سے نکلتی چلی گئی تھی' اور اپنے کمرے میں آ کر بیڈ پر گر کر رونے لگی تھی' پھر جانے کتنا وقت گزر گیا تھا چونکی تو اپنے موبائل پر ہوتی مسلسل بیپ کی وجہ سے تھی' اس نے نمبر دیکھے بغیر یس کر دیا تھا۔

"مجھے یقین ہے گیت! تمہارے گلابی ہاتھوں کی مرمریں انگلی میں میرے نام کی رنگ اپنی آب و تاب سے جگمگا رہی ہوگی"۔ الوحہ نے گھمبیر آواز پر سیدھے ہوتے ہوئے نہایت غصے میں سیل فون دیوار پر دے مارا تھا اور انگوٹھی اپنے ہاتھ میں سے تقریباً کھینچتے ہوئے اُتاری تھی اور اسے کسی آسیب کی طرح ڈر کر دور پھینک دیا تھا جسے اندر آتی سلیمہ بیگم نے

اُٹھایا تھا اور چلتی ہوئی اس کے سامنے آ کر بیڈ پر بیٹھ گئی تھیں اور ان کے کچھ بولنے سے پہلے فون بجنے لگا تھا جسے ناچار اس نے اٹھایا تھا اور مبسوط شاہ کی آواز سن کر ہی واپس پٹخ دیا تھا' مگر ریسیور ٹھیک طرح سے نہیں رکھا گیا تھا' مبسوط شاہ فون رکھنے لگا تھا مگر یکدم اُبھرنے والی آواز پر ٹھٹک سا گیا تھا۔

"الموحہ! تو ناراض ہے ناں کہ تیری نانو نے تیری مرضی کے بغیر تیری زندگی کا فیصلہ کر دیا' مگر میں تیری دشمن نہیں ہوں' میں نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے' اس وقت تو تجھے سب بہت بُرا لگ رہا ہے' مگر مجھے یقین ہے تو مبسوط شاہ کے ساتھ بہت خوش رہے گی"۔ سلیمہ بیگم رسانیت سے اسے سمجھا رہی تھیں اور مبسوط شاہ الموحہ کے جواب کا منتظر تھا۔

"میں اُس گھٹیا انسان کے ساتھ کبھی خوش رہ ہی نہیں سکتی' شدید نفرت کرتی ہوں میں مبسوط شاہ سے اور آپ نے مجھے اسی کے نام کی انگوٹھی پہنا دی' کیوں کیا نانو آپ نے ایسا؟ جب میں نے کہا تھا کہ آپ تایا جان کو ہاں کہہ دیں تو کیوں آپ نے مبسوط شاہ کا پرپوزل ایکسپٹ کیا' جبکہ میں اسفند آفندی کا پرپوزل ایکسپٹ کرنے کا کہہ چکی تھی"۔ سلیمہ بیگم قدرے حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھیں' انہوں نے اسے پالا تھا اور جانتی تھیں کہ وہ ناپ تول کر بولتی ہے اور آج کیسے قینچی کی طرح اس کی زبان چل رہی تھی' ان کی حیرت بجا تھی۔

"ماں باپ اولاد کا بُرا کبھی نہیں چاہتے اور مجھے بھی مبسوط شاہ ہر لحاظ سے تمہارے قابل لگا تھا' ابھی تو صرف بڑوں کے درمیان بات ہوئی ہے تم مجھے بتاؤ کہ تم کیوں مبسوط شاہ سے نفرت کرتی ہو' میں ایک بُرے انسان کے ہاتھ میں اپنی بچی کا ہاتھ کبھی نہیں دے سکتی' تم مجھے کچھ بتاؤ تو سہی' الوبہ تو بڑی تعریفیں کرتی ہے"۔ سلیمہ بیگم اُلجھ کر رہ گئی تھیں۔

"نانو! میں کہہ رہی ہوں تو کوئی بات تو ضرور ہو گی ناں' میں آپ سے جھوٹ تو بولوں گی نہیں"۔

"جانتی ہوں میری الموحہ کبھی جھوٹ نہیں بولتی مگر انگوٹھی واپس کرنے کی بھی تو کوئی ٹھوس وجہ ہونی چاہئے"۔

"نانو! کیا یہ وجہ کافی نہیں ہے کہ میں یہ شادی نہیں کرنا چاہتی اور جب آپ کو اپنی ہی چلانی تھی تو میری مرضی کیوں پوچھی تھی؟" وہ روتے ہوئے واش روم میں بند ہو گئی تھی' سلیمہ بیگم اُلجھی اُلجھی سی اس کے روم سے نکل کر اپنے روم میں آ گئیں تھیں۔

"نانو! الموحہ تو پاگل ہے' مبسوط شاہ واقعی بہت اچھے انسان ہیں"۔ سلیمہ بیگم نے اُلجھی ڈور سلجھانے کے لئے الوبہ سے پوچھا تھا۔

"الوبہ بیٹا! کوئی بات تو ضرور ہے' پچھلے کچھ ماہ سے وہ کتنی اپ سیٹ تھی اور اس نے آج تک صرف وہی کیا جو میں نے اسے کہہ دیا' وہ ضدی تو شروع سے ہی ہے مگر بدتمیز کبھی بھی نہیں تھی' مگر آج اس نے مجھ سے بدتمیزی کی اور اسے اس کا اندازہ بھی نہیں ہے' یہ مبسوط شاہ کا پرپوزل جب سے آیا ہے تب سے ہو رہا ہے' وہ کیوں یہ نام سنتے ہی بھڑک جاتی ہے"۔ انہوں نے پوری تفصیل بتائی تھی۔

"نانو! الموحہ بہت حساس ہے اور حساس لوگوں کا المیہ بھی ہوتا ہے کہ وہ کسی کی بُری بات بھول نہیں پاتے"۔ الوبہ نے انہیں فرسٹ ڈے سے لے کر اس کے نروس بریک ڈاؤن ہونے والے دن تک کی پوری تفصیل کہہ سنائی تھی۔

"اور یہی وجہ ہے نانو کہ وہ ابھی اس دن کی انسلٹ نہیں بھولی تھی کہ مبسوط شاہ کی وجہ سے بلی زخمی ہو گئی اور الموحہ نے ان سے ایک بیر سا باندھ لیا' جبکہ مبسوط شاہ اس سے بہت محبت کرتے ہیں' مجھ سے دوستی بھی تو انہوں نے الموحہ کی وجہ سے ہی کی تھی' مجھے یقین ہے کہ وہ دھیرے دھیرے سب بھول کر ایک دن مبسوط شاہ کے رشتے پر راضی ہو جائے گی' اس کی بے وقوفی کی وجہ سے کسی کا دل توڑنا تو اچھی بات نہیں ہو گی"۔ الوبہ

سے بات کر کے سلیمہ بیگم مطمئن ہو گئیں تھیں۔

☆

"الموحہ! کیسا پیپر ہوا؟ میرا تو بس سو سو ہی ہوا ہے' آیا بھی تو کتنا ڈیفیکلٹ پیپر تھا' مجھے تو تاریخیں یاد ہی نہیں ہوتیں اور ٹیچر نے کر ایک سوال انہی بے سری تاریخوں کی نظر کر دیا"۔ ماریہ دل جلے انداز میں کہہ رہی تھی اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ ٹھہر گئی تھی' کیونکہ اس کا پیپر کافی اچھا ہوا تھا۔

"میرا پیپر تو اچھا ہی ہو گیا' اور باقی رزلٹ آنے پر ہی پتہ چلے گا"۔ الموحہ کی بات پر وہ محض سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

"آج جان چھوٹی' میرے کزن کی تو شادی ہونے والی ہے روز کزنز تایا کے گھر جمع ہو کر خوب ہلا گلا کرتے ہیں' ایک میں ہی سمسٹرز کی وجہ سے سب سے دور ہو گئی تھی اور آج تو موسم بھی بہت اچھا ہو رہا ہے' مجھے لگتا ہے بارش ضرور ہو گی"۔ ماریہ نے لگے ہاتھ موسم پر بھی تبصرہ کیا تھا پھر اس کی گاڑی آ گئی تو وہ الموحہ کو ہاتھ ہلاتی آگے بڑھ گئی' ڈرائیور کا انتظار کرتے کافی دیر ہو گئی تھی' پھر اس نے بیگ سے سیل نکال کر گھر فون ملایا تھا مگر کوئی اٹھا ہی نہیں رہا تھا' گھر پر صرف سلیمہ بیگم ہی تو تھیں' الوبہ کے پیپرز 3 دن پہلے ختم ہو گئے تھے اور وہ حسنٰی آفندی کے ساتھ شاپنگ کے لئے گئی ہوئی تھی' بار بار ٹرائی کرنے کے بعد بھی کسی نے فون نہیں اٹھایا تو اس نے غصے سے سیل بیگ میں واپس ڈال دیا۔

"چلو...... میں تمہیں ڈراپ کر دوں گا"۔ مبسوط شاہ آج یونیورسٹی کسی کام سے آیا تھا۔ (اس کا فائنل کب کا کمپلیٹ ہو چکا تھا) اور بہت دیر سے اسے پریشانی سے نمبر ملاتے دیکھ رہا تھا' یہ ان کی پورے چھ ماہ بعد ملاقات ہو رہی تھی' مبسوط شاہ نے اس کے پاس رُکتے ہوئے کہا تھا اور فرنٹ ڈور کھول کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی' الموحہ کھلے فرنٹ ڈور کو نظر انداز کرتی آگے بڑھ گئی تھی' مبسوط شاہ نے غصے سے لب بھینچ لئے تھے اور کافی تیزی میں کار ٹرن کی تھی' موسم کے تیور تو صبح سے ہی خطرناک تھے یکدم ہی آسمان سے مینہ برسنے لگا تھا' الموحہ کچھ دور ہی آگے بڑھی تھی بارش میں کافی تیزی تھی اور وہ آدھے سے زیادہ بھیگ گئی تھی' وہ بارش سے بچنے کے لئے کوئی جگہ تلاش کر رہی تھی کہ اس کے عین نزدیک گاڑی رُکی تھی اور اس نے ایک بار پھر کھلے فرنٹ ڈور کو نظر انداز کر دیا تھا اور اس کا ابھی ایک قدم ہی اُٹھا تھا کہ مبسوط شاہ نے جارحانہ انداز میں اسے کلائی سے تھام کر کھلے فرنٹ ڈور سے گاڑی کے اندر دھکیل دیا تھا' اس کا سر ڈرائیونگ سیٹ کی پشت سے ٹکرایا تھا اور درد کی ایک تیز لہر وجود میں دوڑتی گئی تھی' مبسوط شاہ نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی اور کار ہوا سے باتیں کرنے لگی تھی' اس نے کسی کو اتنا غصے میں پہلی دفعہ دیکھا تھا' وہ خوف کے مارے زرد پڑ گئی تھی اور آنسوؤں پر اس کا بس نہیں رہا تھا۔

"تم نے ایک سیکنڈ میں رونا بند نہیں کیا تو میں تمہیں چلتی گاڑی میں سے اٹھا کر باہر پھینک دوں گا"۔ مبسوط شاہ دھاڑا تھا اور وہ کانپتے ہوئے دروازے سے جا لگی' آنسوؤں میں مگر روانی آ گئی تھی' وہ اس کے لرزتے وجود کو دیکھ کر رفتار سلو کر گیا تھا۔

"تم جو ہو وہی رہو تو تمہارے حق میں بہتر ہو گا' ننھا سا دل ہے اور اکڑ میں افلاطون کو بھی پیچھے چھوڑنے کا ارادہ ہے' بہت بہادر سمجھتی ہو ناں تم خود کو مگر تمہاری دلیری کی داستان تمہارے چہرے پر رقم ہوتی ہے' اس لئے آئندہ کم از کم اپنی یہ بودی سی اول جلول سی ضد اور اکڑ مجھے مت دکھانا' اور اب کیا بیٹھے بیٹھے فریز ہو گئی ہو' جاؤ اندر ۔۔۔۔ مکمل طور پر بھیگی ہوئی ہو' خوف کے مارے بخار ہونا تو لازمی ہے کہیں زکام بھی نہ ہو جائے"۔ اس کی دگرگوں حالت نے مبسوط شاہ کو غصہ کنٹرول کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور آج اس نے اسے پورے چھ ماہ بعد بھی تو دیکھا تھا' لیمن گرین کلر کے پرنٹڈ کاٹن کے سوٹ

میں وہ خوفزدہ اور بھیگی بھیگی سی اس کے دل کے بہت نزدیک ہوئے جارہی تھی اور اس پر تو پہلے ہی بہت الزام تھے ایک نیا الزام سہنا اس نے گوارا نہیں کیا تھا جبکہ دل تو مسلسل شرارت پر اُکسا رہا تھا' وہ جلدی سے اُتر گئی تھی وہ خاموشی سے اسے جاتا دیکھ رہا تھا اور پھر گاڑی گھر کی طرف ڈال دی تھی۔

☆

"نانو پلیز! ابھی میں نے اپنا ماسٹرز کمپلیٹ کرنا ہے مجھے نہیں کرنی شادی وادی......"

"الوحہ! بہت ستا لیا تو نے مجھے' مگر اب میں تیری ایک نہیں سنوں گی' اگلے ماہ الوبہ کی رخصتی کے ساتھ ہی تجھے بھی اس گھر سے رخصت کرنا ہے اور اتنا ہی شوق ہے ناں ماسٹرز کرنے کا تو الوبہ کی طرح اپنے شوہر کے گھر جا کر کر لینا"۔ سلیمہ بیگم دوٹوک انداز میں بولی تھیں' شادی کے لئے تو الوبہ بھی راضی نہیں تھی مگر سمید نے اسے آگے پڑھنے کی مکمل اجازت دینے کا وعدہ کیا تھا۔

"نانو! آپ میرے ساتھ اچھا نہیں کر رہیں"۔ اس کے انداز میں معصومیت تھی' سلیمہ بیگم مسکرانے لگی تھیں۔

"ٹھیک کہتے ہیں لوگ' اولاد سے جتنی نرمی کرو وہ اتنا ہی سر پر چڑھتی ہے' ابھی تھوڑا سا تیز لہجے میں کیا کہا لائن پر آ گئی ورنہ اس معاملے میں تو میری بھی سن ہی نہیں رہی تھی"۔ انہوں نے دل میں سوچا تھا اور الوحہ کی ناگواری کے باوجود بھی ان دونوں کی ہی شادی کی تیاری ہو رہی تھی' اس بار اس کی ایک نہیں چلی تھی اور منگنی کے ٹھیک سات ماہ بعد وہ مبسوط شاہ کے کمرے میں اس کی منکوحہ کی حیثیت سے موجود تھی۔

"نانو! میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی' آپ نے ساری زندگی میرے فیصلوں میں میرا ساتھ دیا لیکن میری زندگی کا سب سے اہم فیصلہ لیتے وقت میری ایک نہ سنی' آپ کو مبسوط شاہ بہت اچھے لگتے ہیں' مگر آپ کو نہیں معلوم کہ یہ بالکل بھی اچھے نہیں ہیں' انہوں نے مجھ سے شادی صرف تھپڑ کا بدلہ لینے کے لئے کی ہے' جب میں نے ان کے کہنے پر بلیک ڈریس نہیں پہنا' ان کے بہت فون کرنے پر بھی بات نہیں کی تو انہوں نے مجھے ستانے کے لئے یہ نئی راہ ڈھونڈی ہے تاکہ مجھے پریشان کر کے وہ مسرت حاصل کر سکیں اور ایسا انہوں نے مجھ سے خود کہا تھا کہ وہ مجھے پل پل اذیت دینا چاہتے ہیں' اور ایسا وہ مجھے صرف بیوی بنا کر ہی دے سکتے ہیں اس طرح ہی تو میں پل پل ان کے سامنے ہوں گی اور وہ مجھ سے سارے بدلے لیں گے وہ بھی سود سمیت"۔

وہ دل ہی دل میں خود سے اور نانو سے مخاطب تھی' آنے والے وقت کا سوچ سوچ کر اس کا سر چکرانے لگا تھا' وہ سن ہوتے دماغ کے ساتھ بیٹھی تھی کہ اسے کمرے کے باہر کچھ ہلچل سی محسوس ہوئی تھی اور کوئی بہت جلدی میں روم میں داخل ہوا تھا' اس نے سر اٹھا کر دیکھا مبسوط شاہ جلدی جلدی شیروانی اُتار رہا تھا' کھسے کی جگہ اس نے گھر میں پہننے والی سادہ سی چپل پہنی تھی' اور کمرے سے نکلتے وقت اسے عجلت میں مخاطب کیا تھا۔

"نادو کی اچانک طبیعت خراب ہو گئی ہے' ہم ہاسپٹل جا رہے ہیں آپ چینج کر کے سو جائیں"۔ اس کے کچھ کہنے یا پوچھنے سے قبل وہ روم سے نکل گیا تھا' کچھ دیر بعد اس نے اٹھ کر چینج کیا تھا' عشاء کی نماز نہیں پڑھی تھی اس لئے وضو کر کے نماز ادا کی تھی' پھر کافی دیر تک مبسوط شاہ کی نادو کی صحت کے لئے دعا کرتی رہی اور اپنے لئے سکون اور اس نئے رشتے کو پوری سچائی سے نبھانے کی دعا کرتی وہ سونے کے لئے لیٹ گئی تھی' کچھ ٹینشن اور تھکن کی وجہ سے وہ کافی راتوں سے سو نہیں پائی تھی' بستر پر لیٹتے ہی اسے نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا تھا' ساڑھے 5 بجے کے قریب تھکن اور درد میں ڈوبا مبسوط شاہ کمرے میں داخل ہوا تھا' جیب سے والٹ اور موبائل نکال کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس کی نگاہ سوئی ہوئی الوحہ پر ٹھہر گئی تھی۔ سبز کاٹن کے سوٹ میں اس کا نازک سراپا اپنی بہار دکھا رہا تھا' سبز چنری کا آنچل سرہانے رکھا تھا اور وہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں گردن پر رکھے کروٹ لیے پرسکون انداز میں سو رہی تھی' مبسوط شاہ نے کھڑے کھڑے ہی تھوڑا سا جھک کر بے اختیاری میں اس کی چمکتی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیئے تھے' اس کی نیند کا تسلسل ٹوٹا تھا اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی' مبسوط شاہ کو دیکھ کر اس نے آنچل شانوں کے گرد لپیٹ لیا تھا' اس کے پاؤں سمیٹتے ہی مبسوط شاہ بیڈ پر ٹک گیا تھا' وہ اضطرابی حالت میں اپنے بکھرے بال سمیٹتی بیڈ سے اترنے کو تھی مگر مبسوط شاہ نے اس کی کلائی تھام کر بھاگنے کی کوشش ناکام بنا دی۔

"حسین شب کے روٹھ جانے کا قلق تمہیں بھی ہے اور مجھے بھی' مگر جب دلوں میں اُمید و محبت کے دیپ روشن رہیں تو راتیں ہزار ہیں' حسین شب بے کار گزر جانے کے بعد کی روشن صبح میں آپ کو دل سے اپنی زندگی کے شب و روز میں خوش آمدید کرتا ہوں' انشاء اللہ آئندہ زندگی کے سفر میں مجھے اپنا ہم قدم پاؤ گی"۔

مبسوط شاہ اس کا ہاتھ تھامے بے قراری سے حکایت دل سنا رہا تھا' الوحہ کے چہرے کا رنگ سرخی مائل ہو گیا تھا اور وہ لرز رہی تھی' مبسوط شاہ کے لبوں پر بڑی حسین مسکراہٹ سج گئی تھی۔

"گیت! میں ایک انسان ہی ہوں یار کوئی آدم خور یا ڈراؤنا جن نہیں ہوں' مجھے دیکھتے ہی ایسے لرزنے لگتی ہو کہ جیسے زلزلے میں زمین لرزنے لگتی ہے"۔ مبسوط شاہ نے ہاتھ چھوڑ کر شرارت سے اس کی ناک کھینچی تھی اور اسی پل کسی نے دروازہ ناک کیا تھا اور وہ گھبرا کر بیڈ سے اٹھ کر کچھ فاصلے پر ہو گئی تھی' مبسوط شاہ نے اس کی اس حرکت پر جاندار قہقہہ لگایا تھا اور آگے بڑھ کر گیٹ کھول دیا تھا اور دروازہ وا ہوتے ہی باسط روتی ہوئی اس کے سینے سے آ لگی۔

"باسط! کیا ہوا ہے گڑیا' دادو تو ٹھیک ہیں؟" آسیہ بانو دل کی مریضہ تھیں اور رات کو انہیں دوسرا ہارٹ اٹیک ہوا تھا' ان کی حالت خطرے سے باہر تھی اس لئے وہ باسط اور پھپھو کو لے کر گھر آ گیا تھا' البتہ ماما اور بابا وہیں ٹھہر گئے تھے۔

"بھیا! نادو...... نادو...... از ڈیڈ......" وہ بلکنے لگی تھی۔

"الوحہ! اسے پانی پلاؤ"۔ وہ جلدی سے باہر نکلا تھا' مبسوط کے والد اور پھوپھا آسیہ بانو کی ڈیڈ باڈی لے آئے تھے' شادی والے گھر میں یکدم ہی صف ماتم بچھ گئی تھی' نورین بیگم (مبسوط کی اکلوتی پھپھو) کا تو رو رو کر برا حال تھا' مبسوط شاہ کی ماما خود روتے ہوئے انہیں چپ کروا رہی تھیں' الوحہ' باسط کے ساتھ ہی نیچے آ گئی تھی اور وہ کسی کی کیا ڈھارس باندھتی وہ تو خود زور و شور سے رو رہی تھی جبکہ نورین بیگم اسے دیکھتے ہی شروع ہو گئیں تھیں۔

"ہائے...... میری اماں! بالکل بھلی چنگی تھیں' میری ماں کو کسی کے منحوس قدم کھا گئے' شادی والا گھر کیسے نحوست سے دُکھ و غم کا منظر پیش کرنے لگا"۔

نورین بیگم دوپٹہ آنکھوں پر رکھے واویلا کر رہی تھیں' اور ان کی باتوں پر اس نے روتے ہوئے انہیں دیکھا تھا اور ایک نظر ساس پر ڈالی تھی' جبکہ وہ بھی حیرت سے اپنی نند کو دیکھ رہی تھیں' ان کی یہ اکلوتی نند صرف میٹرک پاس تھی اور بہت چھوٹی عمر میں اس کی شادی زمیندار گھرانے میں ہو گئی تھی۔

"ہائے...... میری پیاری ماں' تو کیوں مجھے چھوڑ گئی' تیری آئی مجھے کیوں نہ آ گئی' میری ہنستی بولتی ماں نحوست کا شکار ہو گئی اماں......" وہ اب باقاعدہ سینہ کوبی کر رہی تھیں' عفیفہ شاہ بمشکل خود پر کنٹرول رکھے ہوئے تھیں' اور الوحہ اب اتنی بھی بچی نہیں تھی کہ ان کا اشارہ ہی نہ سمجھ سکے' اس کے رونے میں روانی آ گئی تھی

اور وہ یوں شرمندگی سے سر جھکائے بیٹھی تھی جیسے آسیہ بانو کی موت کی وہ ذمہ دار ہو۔

☆

"نانو پلیز! مجھے بھی اپنے ساتھ لے جائیں' مجھے یہاں نہیں رہنا ہے"۔ وہ روتے ہوئے سلیمہ بیگم سے کہہ رہی تھی اور مسعود شاہ کا ہاتھ دروازے پر ہی جم گیا تھا۔

"ایسے نہیں کہتے بیٹا! اب یہی تمہارا گھر ہے' اس گھر کی خوشیاں اور دکھ سب میں تمہیں ان کا ساتھ دینا ہے"۔ سلیمہ بیگم نے اس کے آنسو پونچھے تھے۔

"میں یہاں نہیں رہ سکتی نانو! مجھے یہاں بالکل اچھا نہیں لگتا' دادی کی فوتگی میں میرا تو ہاتھ نہیں تھا' مگر سب مجھے ایسے دیکھتے ہیں جیسے میں نے ان کی جان لی ہے اور وہ مسعود شاہ کی پھپھو مجھے جانے کیا کچھ کہتی رہتی ہیں' زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں تو وہ کیوں مجھے قصوروار سمجھتی ہیں"۔ سلیمہ بیگم اپنی کم ہمت اور معصوم نواسی کو سینے سے لگائے اس کے ساتھ خود بھی رو رہی تھیں آج آسیہ بانو کا سوئم تھا الوحہ کے پیرنٹس تو فاتحہ کے بعد ہی چلے گئے تھے' سلیمہ بیگم اس کی آنکھوں میں التجا کی تحریر پڑھ کر رک گئی تھیں اور انہوں نے نورین بیگم کا بدصورت رویہ اور تلخ لہجہ دل پر جبر کرکے برداشت کیا تھا اور شام ڈھلے دل پر بوجھ لئے اسے ہمت سے کام لینے اور بہادر بننے کی نصیحت کرتیں اپنے گھر لوٹ گئی تھیں۔ سلیمہ بیگم کے جاتے ہی وہ اپنے کمرے میں جانے کے لئے اٹھی تھی' مگر نورین بیگم کی سپاٹ آواز نے اس کے قدم جکڑ لئے تھے۔

"ہمارے ہاں کے یہ طور طریقے نہیں ہیں بہو بیگم! کہ صبح سے شام اپنے کمرے میں ہی گزار دو' یہاں ان کی وجہ سے ہم پر قیامت ٹوٹی ہے اور انہیں اپنے چاؤ چونچلوں سے ہی فرصت نہیں ہے' اور وہ میاں جورو کا غلام بیوی کی پٹی سے لگا بیٹھا رہتا ہے' دادی کی موت کا ذرا جو دکھ ہوا ہو وہ تو تبھی شادی کے

حربے لوٹنے میں مگن ہیں"۔ نورین بیگم نے اب تو حد ہی کر دی تھی اور مبالغہ آرائی بھی اس قدر کی تھی کہ بس گزرے دو دنوں میں مسعود اپنے کمرے میں مشکل سے دو تین گھنٹے بھی نہ رہا ہوگا' اور جس وقت بھی وہ اوپر گیا تھا الوحہ پہلے سے ہی نیچے ہوتی تھی اور وہ جانے کیا کچھ کہہ رہی تھیں۔

"بس کریں پھپھو! کیوں آپ الوحہ کے پیچھے پڑ گئی ہیں' زندگی اور موت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں ہے' دادی کی موت اللہ کی رضا تھی' الوحہ کو آپ کیوں اور کس بات کی سزا دے رہی ہیں' یہ کسی کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتی' قسمتوں کے فیصلے کرنے کا اختیار صرف مالکِ کل کو ہے ہم کون ہوتے ہیں جو اس کے فیصلے کے آگے چوں بھی کریں"۔ مسعود شاہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا اور اس کی باتیں سن کر نورین بیگم ایک نیا ہی واویلا شروع کر چکی تھیں۔

"میں کیوں کسی کے پیچھے پڑوں گی' میری تو ماں مجھ سے چھنی ہے' کوئی غم کرے یا نہ کرے مجھے تو دکھ ہے۔ اچھا ہے بیٹا بہت اچھا ہے آج اس دو دن کی بیوی کی خاطر پھپھو کو بے عزت کیا ہے' ایسے ہی کل ماں باپ کو بھی کرنا' واہ بھابی بڑی اچھی پرورش کی آپ نے اپنے لاڈلے کی' اور یہ نہ ہوا کہ بیٹے کو روک لیتیں' مگر میری بات تم ماں بیٹا غور سے سن لو' یہ میرے باپ کا گھر ہے اور میرے بھائی کی کمائی سے چلتا ہے' میں ہزار بار آؤں گی اور تو میسنی میری ماں کو کھا گئی' میرے اکلوتے بھتیجے کو میرے خلاف بھڑکا دیا' کل کو تیری اولاد بھی تیرے ساتھ یہی سب کرے گی ناں تو تجھے درد اٹھے گا"۔ نورین بیگم ایک کے بعد ایک کو رگیدتی الوحہ کی جانب مڑی تھیں' وہ تو پہلے ہی اس سب سے خوفزدہ تھی' نورین بیگم کے فقط بازو ہلانے پر وہ لرزتی ہوئی دیوار سے جا لگی تھی۔

"آ تم ۔۔۔ سو ۔۔۔ سوری ۔۔۔ آنٹی ۔۔۔ میں

نے ۔۔۔ میں نے ۔۔۔ دادو ۔۔۔ کی جان ۔۔۔ نہیں لی ۔۔۔" اس کے لب کپکپائے تھے مگر وہ تن فن کرتیں اپنے روم میں گئی تھیں اور میاں اور بڑی بیٹی کے ہمراہ اسے کوتی اپنے گھر کو روانہ ہو گئی تھیں۔

"الوحہ ۔۔۔!" حنیفہ شاہ نے اس کا بازو پکڑ کر ہلایا تھا اور اس کی چیخ نکل گئی تھی۔

"میں نے' میں نے دادو کو نہیں مارا"۔ وہ کانپتے وجود اور لہجے میں بولی تھی اور ان کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔

"ہاں بیٹا! آپ نے اماں کی جان نہیں لی آپ تو بہت اچھی ہو اور اچھے لوگ کسی کو تنگ نہیں کرتے"۔ انہوں نے پیار سے کہتے ہوئے اس کے آنسو صاف کئے تھے۔

"مگر ۔۔۔ وہ آنٹی' وہ تو کہتی ہیں کہ میں سبز قدم ہوں ان کی ماں کو کھا گئی ہوں میں"۔ حنیفہ شاہ نے اسے سینے سے لگا لیا تھا' اس کی حالت دیکھ کر مسعود شاہ گھر سے ہی باہر نکل گیا تھا' اس نے ہمیشہ دھیمے لہجے میں بولنے والے پڑھے لکھے لوگ دیکھے تھے' اس کے گھر میں تو اتنی آہستگی سے بات ہوتی تھی کہ کچن میں کھڑا بندہ بات کر رہا ہو تو کوئی کچن سے باہر دروازے میں کھڑے ہو کر ان کی بات سنے تو شاید ہی اس کے پلے پڑے اور سلیمہ بیگم نے اسے بہت ناز و نعم میں پالا تھا' یہی وجہ تھی کہ اسکول میں ٹیچر کسی دوسرے بچے کو بھی ڈانٹتی تو وہ تھر تھر کانپنے لگتی تھی' اس نے ہمیشہ لوگوں کا پیار اور توجہ سمیٹی تھی' پہلے وہ مسعود شاہ سے ڈری ہوئی تھی' بات کچھ بھی نہ تھی' مگر اس نے اسے بہت بڑے سبق پڑھا دیئے تھے اور اب نورین بیگم نے اسے اور خوفزدہ کر دیا تھا' اس کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اس لئے حنیفہ شاہ نے اسے کچھ دنوں کے لئے اپنے گھر بھیج دیا تھا' وہ گھر آکر نارمل ہو گئی تھی۔

☆

"بیٹا! الوحہ کا بہت خیال رکھنا' وہ ان سب رویوں کی عادی نہیں ہے' وہ تو کسی کی چھینک کی آواز سے بھی

ڈر جایا کرتی تھی' یہاں الوبہ بیٹی کے ساتھ رہ کر وہ کافی حد تک بہادر ہو گئی ہے مگر اس کی یہ بہادری کس حد تک ہے تم اندازہ لگا ہی چکے ہو گے' ہم نے الوحہ کا ہاتھ تمہیں اسی لئے سونپا تھا بیٹا کہ تم اس سے محبت کرتے ہو' تمہاری محبت اسے اپنے بچپنے اور ڈر و خوف سے باہر لے آئے گی' ہمیں تم سے کوئی شکایت نہیں ہے' ساری شکایتیں ہمیں اپنی بچی سے ہیں کہ وہ کیوں اتنی حساس ہے کہ اپنا جینا ہی دشوار کر لیا ہے' ہم تو بس یہی چاہتے ہیں کہ وہ بچپنے میں اگر کوئی غلطی کر بیٹھے تو در گزر کرنا"۔ سلیمہ بیگم کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔

"نانو! آپ بے فکر رہیں' میں الوحہ کو بہت خوش رکھوں گا' گزرے دنوں میں جو ہوا اسے خاموشی سے سہنا مجبوری تھی' مگر میں اب ایسی کوئی نوبت نہیں آنے دوں گا"۔ مسعود شاہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا اور کچھ دیر وہ الوحہ کے پاپا سے کرنٹ افیئر اور بزنس وغیرہ پر بات کرتا رہا اور حسنی آنٹی بھی کچھ نہ کچھ بول کر حصہ لے رہی تھیں' اس کے بعد الوحہ ریڈ کلر کے بھاری سوٹ کے ساتھ لائٹ میک اپ اور جیولری پہنے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھی' اس کی آنکھیں سرخ اور متورم سی تھیں' اسے دیکھ کر مسعود شاہ نے اجازت طلب کی تھی۔

"آئی مس یو نانو! آپ مجھ سے ملنے آئیں گی ناں؟"

وہ بہت آس سے پوچھ رہی تھی' سلیمہ بیگم نے اسے دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا تھا مگر نجانے کیوں اس کے آنسو رک نہیں رہے تھے اور مسعود شاہ کافی ڈسٹرب سا ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

"آپ ۔۔۔ پلیز کچھ دیر یہیں میرا ویٹ کریں یا چاہیں تو میرے ساتھ ہی چلیں' ثانیہ تم سے مل کر خوش ہوگی"۔ ثانیہ مراد اس کی کزن تھی اور آج کل اس کے پیرنٹس آؤٹ آف سٹی تھے تو ثانیہ کی ملازمہ نے مسعود شاہ کو کال کرکے بلایا تھا' وجہ اسے بھی نہیں معلوم تھی' بس ارجنٹ آنے کو کہا تھا۔ ثانیہ اس کی

شادی میں شریک نہیں ہوئی تھی' الوجہ نے گاڑی میں بیٹھے رہنے کو ترجیح دی تھی اور ٹھیک پندرہ منٹ بعد مبسوط شاہ کی واپسی ہوئی تھی' الوجہ آنکھیں بند کئے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی یہاں تک کہ گھر آ گیا تھا' اس کی بھیگی پلکیں مبسوط شاہ کی سیاہ آنکھوں سے ٹکرائی تھیں' اس نے اپنی نگاہ اس کے سنجیدہ چہرے سے فوراً ہی ہٹائی تھی اور اس کی نگاہ اس کی آف وائٹ شرٹ پر لگے ڈارک پر پل نشان پر ٹھہر گئی تھیں' مبسوط شاہ نے اس کی بے یقین آنکھوں کی تحریر پڑھ کر اس کی نگاہ پر اپنی نگاہ ڈالی تھی اور وہ شرمندہ ہو گیا تھا اس کے دائیں کاندھے پر لپ اسٹک کا گہرا نشان تھا' الوجہ کار کا لاک کھول کر اندر چلی گئی تھی' اس نے ٹشو سے نشان صاف کر دیا تھا اور اسے یاد آیا تھا تانیہ کو بہت تیز بخار تھا اور وہ بے ہوش ہو گئی تھی' اسے بیڈ پر لٹاتے ہوئے اس کی شرٹ یقیناً خراب ہوئی تھی' مگر وہ جان نہیں سکا تھا' پھر وہ ملازمہ کو وقت پر تانیہ کو دوائی دینے کی ہدایت دیتا جلدی میں واپس آ گیا تھا۔

''میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھ... کہ مبسوط شاہ ایسے بھی ہو سکتے ہیں' میرے سوری کر... نے کے بعد بھی وہ مجھے تنگ کرتے رہے اور میں اسی ... نے تو ان سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی' غلطی سب ... سے ہوئی ہے اور مجھ سے بھی ہوئی تھی مگر ایسا میں ... جان کر نہیں غصے میں کیا تھا' مگر وہ تو میرے پیچھے ... پڑ گئے' پھول اور کارڈ بھیجنا' اپنی مرضی تھوپنے کی کوشش ... کرنا' یہ سب کر کے وہ مجھے تنگ کرتے رہے' مگر ... پھر بھی انہیں اتنا برا نہیں سمجھتی تھی''۔ منہ دھوتے اور ... دل سے خشک کرتے بس وہ یہی سب سے سو... رہی تھی' وہ پہلے مبسوط شاہ کی باتوں اور حرکتوں کی ... سے ان کی ... سے نالاں تھی مگر اب وہ بدگمان ہوئی تھی ... اور یہ اس کی آنکھوں میں صاف لکھا تھا' مبسوط شاہ ... نے اسے کچھ کہنا چاہا تھا مگر اس نے کچھ سنے بغ... ریوں کے فاصلے کو کئی گنا بڑھا دیا تھا۔

☆

''نبیلہ (ماسی) سحری کے لئے کوئی اور نہیں اٹھا' کیا باقی سب روزہ نہیں رکھیں گے؟ جاؤ سب کو اٹھاؤ''۔ وہ ڈائننگ روم جاتے ہوئے بولی تھی' نبیلہ نے اس کے سامنے ناشتہ رکھ دیا تھا۔

''بڑے صاحب اور بی بی تو روزہ نہیں رکھیں گے انہوں نے رات ہی منع کر دیا تھا' باسط بی بی کو میں نے اٹھا دیا ہے وہ بس آتی ہی ہوں گی' چھوٹے صاحب کا تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ وہ روزہ نہیں رکھتے''۔ نبیلہ نے تفصیل بتاتے ہوئے اس کے سامنے جوس کا گلاس رکھا تھا پھر مبسوط شاہ کو چیئر سنبھالتے دیکھ کر وہ دونوں ہی حیران رہ گئی تھیں۔

''ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں آپ دونوں' کیا میں روزہ نہیں رکھ سکتا؟'' مبسوط شاہ مسکراتے ہوئے بولا تھا' جبکہ ان دونوں کی حیرانی بے جا نہیں تھی' آج اٹھارہواں روزہ تھا اور اسے الوجہ نے پہلے روزے رکھتے نہیں دیکھا تھا' جبکہ باسط اور مبسوط شاہ کے پیرنٹس نے سارے نہیں تو تھوڑے بہت روزے رکھے ضرور تھے' مبسوط شاہ نے نہ صرف روزہ رکھا بلکہ اس نے پانچوں وقت کی نماز بھی پابندی سے پڑھی تھی' کیونکہ وہ الوجہ کو عبادت کرتے دیکھ رہا تھا اور اسے دیکھ کر ہی اس کے دل میں بھی روزہ رکھنے کا خیال جاگا تھا' پھر اس کے بعد اس نے پورے روزے نماز کی پابندی کے ساتھ رکھے تھے۔

☆

الوجہ ٹیرس پر کھڑی باسط کے ساتھ چاند ڈھونڈ رہی تھی اور چاند نظر آتے ہی ان دونوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی تھی' باسط اپنی فرینڈز کو SMS کرنے کا کہہ کر اپنے روم میں چلی گئی تھی' مگر اسے یہاں کھڑا رہنا اچھا لگ رہا تھا' وہ بہت مگن انداز میں چاند دیکھ رہی تھی' مبسوط شاہ عین اس کے سامنے آ رکا تو وہ چونکی۔

''زمین کے چاند کو آسمان والے چاند کو دیکھنے کی ضرورت تو نہ تھی' یہ چاند تو اس چاند سے کہیں بڑھ کر حسین ہے اور حسین لوگوں کو داغدار چیزیں دیکھنا کم از کم زیب نہیں دیتا' میرے چاند کو چاند رات مبارک ہو''۔ وہ مکمل شرارت سے مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا' الوجہ کو تو اس کے انداز ہی چونکا گئے تھے۔

''یار! بہت ہو گئی ناراضی' کچھ میری غلطی تھی تو تم بھی تھوڑی غلطی پر تھیں اور ہم ان غلطیوں پر چلتے بہت سا اچھا وقت برباد کر چکے ہیں' اور میں نے سوچا چاند...... کو منانے کے لئے چاند رات سے بڑھ کر حسین موقع کب ہو گا' اس لئے جانے انجانے میں کی ہر خطا کو در گزر کرو اور مجھے حکایتِ دل سنانے کا موقع دو''۔ وہ دھیرے دھیرے اس کی ہر غلط فہمی کا پردہ چاک کر رہا تھا کہ وہ آنسو بہانے لگی۔

''یار! میں جواب تک خاموش رہا ناں تو صرف اسی چڑھتی اترتی ندی کی وجہ سے ورنہ کب کا تمہیں سیدھا کر چکا ہوتا' ایک تو غلطی بھی خود ہی کرتی ہو اور خود ہی رونے بھی لگ جاتی ہو''۔ مبسوط شاہ آنسو صاف کرتے ہوئے خفگی کا مکمل تاثر چہرے پر سجائے اسے دیکھ رہا تھا۔

''میں نے کیا کیا ہے؟ آپ خود ہی تو مجھے تنگ کرتے رہے' دھمکاتے رہے کہ ایسا نہ کیا تو ویسا کر دوں گا' نہیں تو ایسا کر دوں گا' میں آپ سے ڈرتی نہ تو اور کیا کرتی؟'' وہ بہت معصومیت سے کہہ رہی تھی' مبسوط شاہ نے جیب میں سے ایک گفٹ پیک نکالا تھا اور اسے دے دیا تھا' پھر اسے کھولتے ہی خوشی کے مارے الوجہ کی چیخ نکل گئی تھی۔

''یہ خوشی جو آج تمہارے چہرے پر ہے یہ بہت پہلے اس وقت جب میں نے یہ گفٹ تمہیں بھیجا تھا اور تم واپس نہ لوٹا تیں تو تمہیں مل گئی ہوتی' مگر آج سوچتا ہوں کہ میں یہ حسین منظر دیکھنے سے کم محروم رہ جاتا''۔ مبسوط شاہ اس کی جگمگاتی حسین آنکھوں کو دیکھ کر بولا تھا اور اس کے گلے میں پینڈنٹ پہنا دیا تھا۔

''تھینکس......! آپ نہیں جانتے کہ یہ میرے لئے بہت اہم ہے''۔ وہ لاکٹ ہاتھ میں لئے کہہ رہی تھی۔

''وہ تو میں دیکھ ہی رہا ہوں' مگر اب زیادہ التفات جتانے کی ضرورت نہیں ہے' مجھے جیلسی ہونے لگی ہے''۔ مبسوط شاہ نے شرارت سے کہا تھا اور پھر اسے شرارت سوجھی تھی اور وہ گنگنانے لگا تھا۔

آیا باہوں میں چاند میرا
ترسے گا اب آسمان

الوجہ اس کے انداز پر شپٹا کر قدرے فاصلے پر ہوئی تھی مگر وہ مکمل شرارت کے موڈ میں تھا۔

''تم اس دن کانپتے ہوئے اتنی لرزتی ہوئی آواز میں گا رہی تھیں کہ آج بھی سوچوں تو میرے لبوں پر مسکراہٹ بکھر جاتی ہے''۔ مبسوط شاہ مسکرا رہا تھا اور وہ جھینپ گئی تھی۔

''آپ...... بہت برے ہیں' کتنا میرا مذاق بنایا تھا''۔ وہ قدرے دکھ سے بولی تھی۔

''سوری تو کر رہا ہوں پلیز اب مجھے معاف کر دو اور پلیز جلدی سے چلو میں تمہیں عید کی شاپنگ کروا کے لاتا ہوں' تمہیں چوڑیاں اور ڈریس دلواؤں گا اور مہندی لگوا کر رات گئے تک ہم لوٹیں گے' کیونکہ میں یہ چاند رات اپنے چاند کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں''۔ مبسوط شاہ نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا تھا' جسے وہ بلا جھجک تھام گئی تھی' یہ عید اس کے لئے بدگمانیوں کے سائے چھین کر پیا کا ساتھ لائی تھی اور وہ خوشی خوشی پیا سنگ چاند رات اور آنے والی عید منانے چل دی تھی' اس نے دل سے دعا کی تھی کہ یہ پیار بھری چھایا سدا اس کا نصیب رہے۔

☆